فرقہ جہمیہ کی قرآنی آیات میں تشکیک اور ان کے باطل نظریات کا علمی جائزہ

الرد على الزنادقة والجهمية

فيما شكّت فيه من متشابه القرآن
وتأوّلته على غير تأويله

تالیف

امام اہل السنہ والجماعہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ترجمہ

فیض اللہ طورو

مراجعت وتعلیق

محمد ابراہیم بن بشیر الحسینوی

ابومحمد موہب الرحیم

ناشر

دارابن بشیر للشروالتوزیع

03024056187

الرد علی الزنادقة والجهمية

تالیف

امام اہل السنہ والجماعہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ترجمہ

فیض اللہ طورو

مراجعت وتعلیق

محمد ابراہیم بن بشیر الحسینوی

ابو محمد موہب الرحیم

اشاعت.. اکتوبر 2017ء

دار ابن بشیر للنشر والتوزیع

حسین خانوالا ہٹھاڑ

تحصیل وضلع قصور، پنجاب۔ پاکستان

+92 302 4056 187

Email: ialhusainwy@gmail.com Web: www.ihitrust.com

فہرست مضامین

عرض ناشر

ہم نے اس قیمتی کتاب کا ترجمہ مولانا احسان یوسف الحسینوی حفظہ اللہ سے کروانا شروع کیا تھا کہ اسی دوران ہمارا رابطہ محترم جناب فیض اللہ طورو حفظہ اللہ سے ہوا، انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور انہوں نے بڑی خوشی سے شائع کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ فجزاہ اللہ خیرا

ہم نے ترجمہ کا اصل کتاب سے تقابل کے لیے شیخ ابو محمد موہب الرحیم حفظہ اللہ کا انتخاب کیا۔ انہوں نے ترجمہ کا اصل کتاب سے تقابل کیا اور حسب ضرورت اس کی اصلاح کی۔ ہم نے بعض مقامات پر تعلیق لگانے کی کوشش کی ہے اور امام احمد کی ہی دیگر کتب سے فوائد جمع کیے جائیں۔ اس کتاب پر بہت مفصل کام ہوسکتا ہے اللہ تعالی نے فرصت دی تو اس کتاب کی مفصل شرح بھی شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

یہ ہماری عقیدے کی چھٹی نادر کتاب ہے جسے ہم شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

عقیدہ پر ہماری مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

۱: رسالہ نجاتیہ در عقائد حدیثیہ لامام فاخر زائر الہ آبادی رحمہ اللہ

۲: اصول السنہ لامام الحمیدی رحمہ اللہ (اردو)

۳: مجموعہ مقالات اصول السنہ لامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (اردو)

۴: عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث لامام الصابونی رحمہ اللہ (اردو)

۵: الابانہ عن اصول الدیانہ لامام ابی الحسن الاشعری رحمہ اللہ (اردو)

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ عنقریب خلق افعال العباد لامام البخاری رحمہ اللہ اور کتاب

السنہ لامام عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی شائع کی جائیں گی ۔ان شاء اللہ

آخر میں جناب فیض اللہ طور، شیخ ابومحمد موھب الرحیم ،شیخ احسان یوسف الحسینوی اور شیخ مدثر لطیف اثری حفظهم الله کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے حسب توفیق اس قیمتی کتاب پر محنت کی ۔

اللہ تعالی اس قیمتی کتاب کو امت کے لیے نفع مند بنائے اور مؤلف ،محقق ،مترجم ،معاونین اور ناشر کے لیے صدقہ جاریہ بنائے ۔آمین

آپ کا بھائی

محمد ابراهيم بن بشير الحسينوى

مدیر: دار ابن بشير للنشر والتوزيع

وجامعہ امام احمد بن حنبل بائی پاس چوک ،قصور

11.9.2017ء

کتاب کے بارے میں

از دکتور دغش بن شبیب العجمی ❶

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: یہ وہ (کتاب) ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے "الرد علــی زنادقة والجهمية فيما شكت فيه من متشابه القران" کے شروع میں لکھا کہ انہوں نے اپنی قید کے دوران جیل میں اسے لکھا۔ اس کو خلال نے السنہ میں، قاضی ابویعلیؒ، ابوالفضل التمیمی ابوالوفا بن عقیل اور بہت سے امام احمد کے شاگردوں نے ذکر کیا ہے اور کسی نے بھی اس کتاب کی نسبت امام احمد کی طرف ہونے سے انکار نہیں کیا۔ ❷

اور ابن القیم فرماتے ہیں کہ خلال نے فرمایا: میں نے یہ کتاب "الـرد علی الزنادقة والـجهمية فيما شكت فيه من متشابه القران" عبداللہ بن احمد کے خط سے لکھی ہوئی کتاب سے لکھی اور عبداللہ نے یہ اپنے والد کے خط سے لکھی ہوئی کتاب سے لکھی اور قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب "ابـطـال التـاويل" میں بحث کی جو اس نے امام احمد سے نقل کیا۔ ابن عقیل نے بھی امام احمد سے نقل شدہ چیزیں اپنی کتاب میں ذکر کی اور اس سے اس کے پرانے اور نئے شاگردوں نے نقل کی اور اس سے امام بیہقی نے نقل کی اور (سند) امام احمد تک پہنچائی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کو امام احمد سے صحیح قرار دے دیا، ہم نے نہ ان کے پرانے اور نہ نئے شاگردوں سے اس کتاب کے متعلق کوئی طعن سنی۔ ❸

اور اس کے متعلق کہا: اس کو امام احمد کے سارے شاگردوں نے ذکر کیا ہے۔ ❹

---

❶ بعض جگہ ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔ (**الحسینوی**)

❷ درء تعارض العقل والنقل: ا/ 221.

❸ اجتماع الجيوش الاسلاميه ، ص208.

❹ الصواعق المرسلة: 3/ 1241.

علامہ سفارینی نے فرمایا: ہم نے اس کتاب کو معتبر فضلاء اور مضبوط علماء سے پڑھا ہے اور روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے۔ مذاہب کے اماموں نے امام احمد کی اس کتاب کو ذکر کیا ہے۔ اور ہمارے پرانے اور نئے شاگردوں نے اس سے نقل کی ہے۔ [1]

اور علامہ عبد الطیف بن عبد الرحمٰن بن حسن آل شیخ نے فرمایا: یہ ایک عظیم کتاب ہے جس سے کوئی طالب علم مستغنی نہیں ہوسکتا۔ [2]

امام احمد رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

وہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور مسلمانوں کے سردار تھے۔ بہت بڑے امام، قرآن و حدیث کے حافظ اور اہل السنہ کے امام تھے۔ مشکلات میں صبر کرنے والے تھے۔ پورا نام احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الذہلی الشیبانی تھا۔ ایک سو تریسٹھ ہجری میں پیدا ہوئے۔

آپ نے ہشیم، ابرھیم بن سعد، ابن عیینہ، عباد بن عباد، یحییٰ بن ابو زائدۃ اور اس طبقہ کے بہت سے لوگوں سے سماعت کی، اور امام احمد سے بخاری، مسلم، ابو داود، ابو زرعۃ، مطین اور آپ کے بیٹے عبد اللہ اور ابو القاسم اور دیگر بہت سے لوگوں نے سماعت کیا۔

عبد اللہ نے کہا کہ میں نے ابو زرعہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ کے والد کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں اور میں نے ان کے ابواب کو ذکر بھی کیا ہے۔

اور حنبل نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن حنبل سے سنا کہ امام احمد فرماتے تھے کہ میں نے ہشیم سے اس کی زندگی میں جو کچھ سنا، سب یاد کیا۔

ابرھیم الحربی نے فرمایا کہ میں نے امام احمد کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو (دین اسلام کا) اول تا آخر علم دیا تھا۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں بغداد سے نکلا، میں نے لوگوں میں سب سے افضل، عالم اور فقیہ امام احمد کو چھوڑا۔

---

[1] لوامع الانوار: 1/ 67.

[2] مجموعة الرسائل 3/ 120.

(مزید) کہا: امام احمد آٹھ چیزوں میں امام تھے ،حدیث ،فقہ ،لغت ،قرآن ،فقر، زھد، پرہیزگاری اور عقیدہ۔

امام علی بن مدینی نے فرمایا: اللہ نے اس دین کی نصرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے کی، جس وقت لوگ مرتد ہوگئے (یعنی بعض لوگ منکر زکاۃ ہوگئے) اور امام احمد کے ہاتھوں سے آزمائش کے وقت کی۔ (جس وقت خلق قران کا فتنہ پیدا ہوا)

اور ابوعبید نے فرمایا: چار آدمیوں کو بہت زیادہ علم دیا گیا تھا جس میں امام احمد سب سے زیادہ فقیہ تھے۔

امام احمد کی سیرت پر امام دارقطنی، امام بیہقی ،شیخ الاسلام الانصاری ،ابن الجوزی اور دوسرے لوگوں نے تصنیفات مرتب کیں۔ امام احمد کی وفات جمعہ کے دن ،ربیع الاول کے دوسرے عشرے میں دوسو اکتالیس (12/3/241ھ) کو ہوئی، ان کی زندگی ستتر سال گیارہ ماہ اور بیس دن پر مشتمل تھی، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے۔ آمین [1]

''زنادقہ اور جہمیہ کی تعریف''

لغۃ: ......زندیق فارسی زبان کا لفظ ہے،اس کی جمع زنادقہ ہے۔لغت کے بہت سے علماء نے اس کو استعمال کیا ہے، اور ان کے ہاں اس کا معنی یہ ہے کہ ''جو لوگ زمانے کے دوام کے قائل ہیں'' اور اس کلمے کی اصل ''زندہ کرای'' ہے یعنی فارسی زبان میں زندہ کا معنی ''حیات'' ہے اور ''الکر'' کا معنی عمل ہے،اور احمد بن یحییٰ نے فرمایا: زندیق عربی زبان کا لفظ نہیں ہے لیکن جب عرب اس کو استعمال کرتے تو اس سے ان کا مطلب ملحد اور دہریہ ہوتا ہے۔

اصطلاحا: ......اصطلاح میں زندیق اس کو کہا جاتا ہے جو ظاہراً اسلام کا اظہار کرے اور اپنا کفر چھپائے ،ایسے شخص کو عہد نبوی میں منافق کہا جاتا تھا۔

[1] ہم نے امام احمد بن حنبل کے مفصل حالات مجموعہ مقالات اصول السنہ لامام احمد بن حنبل کے مقدمے میں لکھ دیے ہیں تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کرے۔ (**الحسینوی**)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: فقہاء کے نزدیک ''زندیق'' سے مراد منافق ہے، جو نبی ﷺ کے دور میں ہوتا تھا، جو اسلام کا اظہار کرتا اور کفر کو چھپاتا، چاہے وہ کوئی بھی دین چھپاتا ہو، چاہے وہ یہود و نصاریٰ کا دین یا اس کے علاوہ اور کوئی کفریہ دین ہو۔ یا صانع کے لیے معطل (نفی کرنے والا) اور انکار کرنے والا ہو، اور دوبارہ جی اٹھنے کا اور نیک اعمال کا انکاری ہو۔

اور جو لوگ زندیق کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا معنی ان کے ہاں ''جاحد'' (انکار کرنے والا) اور ''معطل'' ہے۔ اور بہت سے اہل کلام، عوام اور لوگوں کے مقالات نقل کرنے والے بھی ایسے ہی شخص کو زندیق کہتے ہیں۔

لیکن وہ زندیق جس کے حکم کے متعلق فقہاء نے بحث کی ہے تو وہ پہلا حکم ہے۔ (یعنی زندیق منافق ہے) کیونکہ ان کا مطلب اس لفظ سے یہ ہوتا ہے کہ کافر اور غیر کافر کے درمیان فرق، مرتد اور غیر مرتد کے درمیان تمیز اور جو اس کو ظاہر کرے یا چھپائے۔ اور یہ حکم تمام کفار اور مرتدین کے لیے ہے، اگر چہ ان کے کفر اور ارتداد میں فرق ہوتا ہے۔

اور کہا: لفظ ''زندیق'' نبی ﷺ کے کلام میں موجود نہیں ہے جس طرح قرآن میں نہیں ملتا۔ یہ ایک عجمی مُعَرّب لفظ ہے جو اسلام کے ظہور پذیر ہونے کے بعد فارسی کلام سے اخذ کیا گیا اور عربی لفظ بن گیا۔ سلف صالحین اور ائمہ نے زندیق کی توبہ کے متعلق اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ ''زندیق''، جس کی توبہ کی قبولیت میں فقہاء نے ظاہری بحث کی ہے تو اس سے ان کی مراد منافق ہے، وہ جو اسلام کا اظہار کرے اور کفر کو چھپائے اگر چہ وہ ظاہری طور پر اس عمل کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج کرتا ہے، قرآن پڑھتا ہے۔ چاہے اندر سے یہودی ہو، نصرانی ہو، مشرک ہو، بت پرست ہو اور چاہے صانع اور نبوت کا انکاری ہو یا صرف نبی ﷺ کی نبوت کا منکر ہو تو یہ زندیق اور منافق ہے۔ اور قرآن و سنت میں منافقین کا جو ذکر ہے وہ مسلمانوں کے اجماع کی رو سے زندیق کے لئے بھی ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں کا حال باوجود اظہار اسلام کے یہود و نصاریٰ کے کفر سے بہت برا ہوتا ہے جو کفر کا

اظہار کرنے والا ہو۔

اہل السنہ کے ہاں جہمیہ بھی زنادقہ ہی ہیں

سلف کے بہت سے ائمہ نے یہ فتوی دیا ہے کہ جہمیہ زنادقہ ہیں ۔ ان ائمہ میں سے عبداللہ بن مبارک، یزید بن ہارون ، احمد بن حنبل کے ساتھی عبدالوھاب الوراق وغیرہ شامل ہیں ۔

امام عثمان بن سعید الدارمی نے حدیث ''جس نے اپنے دین کو بدلا تو اس کو قتل کرو'' ذکر کرنے کے بعد کہا: جہمیہ فرقہ ہمارے ہاں خبیث زنادقہ سے ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ ان سے ان کے کفر کی وجہ سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے ۔ اگرانہوں نے توبہ کا اظہار کیا تو چھوڑ دیں گے اور اگر گواہوں نے ان کے کفر پر گواہی دی کہ توبہ کرنے سے انکار کر دیا اور توبہ نہ کی تو قتل کر دیے جائیں گے ۔ اسی طرح ہمیں یہ بات بھی پہنچی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زنادقہ کے متعلق یہی راستہ اختیار کیا تھا۔

اور کہا: ہم نے ان جہمیوں کو دیکھا کہ یہ بدترین زندیق ہیں، مکمل کافر ہیں ۔ اور کتاب اللہ کی بہت بری تاویل کرتے ہیں ۔ اللہ کی صفات کو برے طریقہ سے رد کرتے ہیں ۔ ان زندیقوں کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ سے ہم کو خبر پہنچی کہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور جلایا۔ پھر کہا: مجھ سے بحث کرنے والے نے کہا: جہمیہ کے کفر کے متعلق مجھے صریح نص چاہیے جس میں جہمیہ کا نام ہو، اور جو روایت آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے کی تو یہ زنادقہ کے بارے میں ہے۔

میں نے کہا: زنادقہ اور جہمیہ ایک ہی چیز ہیں دونوں کا معنی اور مراد ایک ہی ہے، اور یہ ایک دوسرے کے انتہائی مشابہہ ہیں۔ اور فرمایا: جہمیہ ہمارے ہاں خبیث زنادقہ ہیں ۔، کیوں کہ ان کے قول کی مراد تعطیل (صفات باری تعالی کی نفی کرنا) ہے زندیقوں کے مذہب کی طرح ہے۔ اور کہا: ''تجہم'' (جہمیوں کا مذہب) ہمارے ہاں زندیقیت سے بھی بڑھ کر ہے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: ''اسی طرح جہم بھی پہلے کہا کرتا تھا کہ اللہ کے لیے کلام ثابت نہیں ہے۔ پھر مسلمانوں سے مجبور ہو کر یہ کہا کہ اللہ کے لیے کلام ثابت ہے مگر وہ مجاز

ہے'' اسی طرح امام احمد اور دوسرے اماموں نے ان کے مقصود کو جان لیا تھا۔ ان کا مقصد ''تعطیل'' تھا، اور یہ زنادقہ ہیں۔ اور زندیق منافق ہوتا ہے۔ اور اس لئے ائمہ نے تصانیف تحریر کیں جس میں ان کو زنادقہ کی صفت سے موصوف کیا گیا۔ جیسا کہ امام احمد کی تصنیف "الرد علی الزنادقة والجهمية" اور جس طرح امام بخاری نے اپنی صحیح کے آخر میں "كتاب التوحيد والرد على الزنادقه والجهميه" لکھی۔ اور عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے: ہم یہود اور نصاریٰ کا کلام بیان کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، لیکن جہمیہ کے کلام کو بیان کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے (یعنی جہمیہ کا کفر یہود اور نصاریٰ سے بہت زیادہ ہے) اور فرمایا: جس کسی نے بھی اس سلسلے میں سلف اور ائمہ کے کلام پر غور و خوض کیا، تو اس نے یہ جان لیا کہ جہمیہ صفات باری تعالیٰ کی نفی کرنے والے تھے اور یہ سلف اور ائمہ کے نزدیک زندیقوں سے تھے۔

امام البربہاری (ت 329ھ) نے کہا، جب آپ نے ایک آدمی کو سنا کہ آپ نے اس کو حدیث سنائی، لیکن وہ اس کو توجہ نہیں دیتا اور قرآن کا مطالبہ کرتا ہے، تو یہ شخص بلا شک وشبہ زندیقیت میں مبتلا ہے۔ اس شخص کے پاس سے اٹھو اور اس کو چھوڑ دو۔ جان لو، یہ تمام خواہشات ردی ہیں اور یہ تمام تلوار کو دعوت دیتی ہیں۔ اور ان میں سب سے زیادہ خراب اور زیادہ کفر والے روافض، معتزلہ اور جہمیہ ہیں۔ کیونکہ وہ عوام سے تعطیل اور زندقیت چاہتے ہیں۔

اور دیکھنے والا بلا شک وشبہ یہ پائے گا کہ اہل بدعت کے اکابرین میں منافقت بہت زیادہ ہو چکی ہے اور یہ آنکھوں دیکھا حال ہے!! یہاں تک کہ بعض اہل بدعت کی عام عوام میں بھی زیادہ منافقت ہوتی ہے۔ اور ان میں بعض لوگ کسی نہ کسی منافقت میں مبتلا ہوتے ہیں، کیونکہ بدعات اپنے بدعتیوں کو شک اور حیرانگی میں مبتلا کرتے ہیں، جس کا اظہار اکثر اہل بدعت لوگوں کے سامنے خوف یا کوئی دوسری وجہ سے نہیں کر سکتے۔

امام ابن تیمیہ نے فرمایا: زیادہ تر اہل بدعت علم کے ہوتے ہوئے منافق ہوتے ہیں۔ ان کی منافقت بہت بڑی ہوتی ہے، اور یہ کفار آگ کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہوں

گیا ور زیادہ تر روافض،جہمیہ اوران کی طرح لوگوں میں زندیق اور منافق ہوتے ہیں بلکہ ان بدعات کی جڑ منافقین اور زندیقوں سے ہے۔ ❶

نیز لکھتے ہیں: ''جن میں منافقت اور زندیقیت کا کچھ حصہ داخل ہو گیا اور اُنھوں نے جہالت یا ظلم کی وجہ سے قبول کیا اور وہ باطنی طور پر کافر یا منافق ہیں، بلکہ اس کے ساتھ وہ اللہ اور رسول پر ایمان بھی رکھتے ہیں جس پر اللہ تعالی ان کو اجر دیگا اور آپ کا رب کسی پر ظالم نہیں ہے۔'' ❷

❶ التسعينيه-1/ 529.

❷ درء تعارض العقل والنقل:5/ 307.

جہمیہ کا تعارف

جہمیہ کی وجہ تسمیہ اور ابتداء:

جہمیہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی صفت کلام سے انکار کرنے کی وجہ سے ہوئی اور اپنے دعویٰ میں یہ عقیدہ رکھا کہ قرآن کریم اللہ کی مخلوق ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم جہمیہ کے عقائد پہچان لیں ہم ان کی ابتداء اور بنیاد رکھنے والے کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

علمی ذرائع اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے کلام اللہ سے انکار کو ظاہر کیا وہ جعد بن درہم (ت 124ھ) تھا۔ یہ بنو امیہ حکومت کا آخری دور تھا، جعد، مروان بن محمد کے اُستاد تھے۔ اسی وجہ سے اس کو اپنے شیخ اور اُستاد سے نسبت کی وجہ سے ''مروان الجعدی'' بھی کہا جاتا تھا۔ یا ''مروان الحمار'' (یعنی گدھا مروان) جو اس کے صبر کی طرف نسبت کی وجہ سے کہا جاتا تھا، اور وہ آخری خلیفہ تھا۔

امام ابن القیم نے فرمایا: اس شخص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنو امیہ سے بادشاہت اور خلافت چھین لی۔ اور اس معطل اور منافق شیخ کی ''برکت'' سے اللہ نے ان کو شہروں میں منتشر کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جب جعد کے اقوال ظاہر ہوئے تو بنو امیہ نے اس کو طلب کیا۔ تو یہ کوفہ بھاگ گیا۔ پھر خالد بن عبداللہ القسری نے اس کو قتل کیا، جو کہ بنو امیہ کا گورنر تھا۔ عید الاضحیٰ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور اپنے خطبے میں فرمایا: ''اے لوگو! تم اپنی قربانی کرو، اللہ آپ کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ اور میں جعد بن درہم کی قربانی کرتا ہوں۔ کیوں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل نہیں بنایا اور نہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے صاف صاف کلام کیا۔ جعد

جو کہتا ہے، اللہ اس سے بہت بلند ہے۔'' پھر ممبر سے نیچے اُترے اور منبر کے قریب ہی جعد کو ذبح کیا۔'' ❶

لیکن اس کو قتل کرنے سے پہلے اس بدعتی نے اپنی تعلیمات اپنے شاگرد جہم بن صفوان الترمذی (ت 128ھ) میں منتقل کر دی تھیں جو اس کو کوفہ میں ملا تھا۔

جہم نے یہ عقیدہ جعد سے لیا۔ جہم صرف مسلمانوں سے منافقت کرتا اور ''جعد'' کے قول کی تعبیر کرتا، اس کا مقصد صرف دھوکہ اور مسلمانوں کی تلوار سے بچاؤ تھا۔ پھر ترمذ سے نکالا گیا اور زندہ رہا، یہاں تک کہ سلم بن احوز نے اصبہان میں اس کو قتل کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ ''مرو'' میں قتل ہوا۔ اور اس بدعت کی نسبت جہم کی طرف ہوئی کیونکہ اس نے اس کی اشاعت میں کافی محنت کی، جہم کی وفات کے بعد اس کے ساتھیوں نے اس مذہب کا نام ''الجہمیہ'' رکھا۔ پھر جہم کے شاگردوں میں سے بشر بن غیاث المریسی (ت 218ھ) نے یہ عقیدہ لیا، جو اپنے دور میں جہمیوں کا شیخ تھا۔ اس کا والد ایک یہودی اور رنگ کا کاروبار ❷ کرنے والا تھا۔

خلال نے صحیح سند سے امام احمد سے نقل کی ہے کہ ''امام احمد نے بشر المریسی کے متعلق فرمایا'' جس شخص کا باپ یہودی ہو تو پھر آپ اس کو کیا شمار کرتے ہیں؟!

پھر بشر سے احمد بن ابی داؤد (ت 240ھ) ''احمد البدعۃ'' نے یہ عقیدہ لیا۔ جس نے عباسی خلیفہ مامون کو بڑی مشقت کے بعد تیار کیا کہ لوگوں سے امتحان اور زبردستی سے خلق قران کا قول کرے۔ پس بہت سے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کیا جبکہ امام اہل السنہ ''احمد بن حنبل'' حق پر ثابت رہے، مار پیٹ اور تکالیف پر صبر کیا۔ ❸

---

❶ (اس قصے کو امام بخاری نے تاریخ کبیر: 64/1 میں ذکر کیا ہے، [نیز دیکھیں ہماری مطبوعہ کتاب عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث للصابونی)

❷ خلق افعال العباد، للبخاری (12)

❸ ہمیہ کے تعارف میں ہم نے اپنی ایک کتاب کے حاشیے میں لکھا تھا کہ ''اس نے سمرقند، خراسان میں پرورش پائی پھر ایک عرصہ ترمذ میں ٹھہرا یہ بدعتی اور گمراہ انسان تھا اس نے صفات کا انکار کیا اور خلق قرآن کا قائل تھا اور فرقہ جہمیہ کا بانی تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے اور ایمان صرف دل سے ⇦⇦⇦

جہمیوں کی تاریخی جڑیں:

سابقہ بحث سے ہم جان گئے کہ سب سے پہلے اہل قبلہ میں جعد بن درہم نے کلام اللہ سے انکار کیا اور اس طرح ہم نے ان کے خلفاء کو بھی جان لیا، جنہوں نے یہ قول اس سے لیا اور اس سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔

کیا ہمارے لیے یہ جاننا ممکن ہے کہ جعد نے کہاں سے یہ خبیث قول لیا؟

ہاں: ہمارے پاس دلائل ہیں، جوکہ اہل علم نے بیان کیے ہیں کہ اس گمراہ فرقے کی بنیاد یہود نے رکھی۔ جب ہم علم کے ساتھ ان کے اسناد پر غور کرتے ہیں تو اس قول کو پاتے

⇦⇦⇦ تصدیق کرنے کو مانتا تھا خواہ انسان زبان سے کفر ہی کرتا رہے۔

اس گمراہ انسان کو سلیم بن احوز نے ۱۲۸ھ کو مقام مرو پر اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام نہیں کیا۔ اس کے نظریات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا صرف وجود ہے اس کی کوئی صفت نہیں ہے اور وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات میں حلول کئے ہوئے ہے، ظاہر ہے کہ یہ نظریہ عیسائیوں کے نظریہ سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ اپنے قصیدہ نونیہ (۲۴) میں جہمیوں کی اس گمراہی کی ایک عجیب انداز میں خبر لی فرماتے ہیں:

وكذلك الجهمى قيل له استوى
فابى وزاد الحرف للنكران

اور اسی طرح جہمیوں نے استوی میں ایک حرف لام زائد کر کے استولی بنا ڈالا:

نون اليهود ولام الجهمى هما
فى وحى رب العرش زائدتان

جیسے یہودیوں نے حطة میں نون کا اضافہ کیا تھا، اسی طرح جہمیوں کا لام (استوی) میں زائد ہے یہ دونوں الفاظ قرآن مجید میں اضافہ ہیں۔

اس کے مفصل حالات درج ذیل کتب میں ہیں۔ (تاريخ طبری :ج٧ص ٢٢٠، الكامل فى التاريخ ،ج٥ص ٣٤٢۔٣٤٤، ميزان الاعتدال:ج١ص٤٢٦، رقم:١٥٨٤، سير اعلام النبلاء:ج٦ص٦٢رقم:٨، لسان الميزان:ج٢ص٢٥٧رقم:٢١٦٥، الوافى بالوفيات:ج١١ص٢٠٧، رقم:٣٠٥)(ماخوذ از شرح رساله نجاتيه ط:سلفى ريسرچ انسٹیٹیوٹ) (**الحسینوی**)

ہیں جو یقیناً علماء نے ذکر کیا ہے کہ جعد بن درہم نے یہ قول بیان بن سمعان سے لیا اور بیان نے طالوت سے لیا جو لبید بن عاصم کے بھانجے تھے، اور طالوت نے یہ قول اپنے ماموں لبید بن عاصم سے لیا، یہ وہی یہودی تھا جس نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا، وہ خلق تورات کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (تورات کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کہتے تھے) [1]

پس اس فتنے کے پیچھے یہود ہی کارفرما تھے۔ اور یہ ان کے لیے اجنبی بات نہیں تھی جس دن سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے ہمیشہ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف دن رات خفیہ کوششیں کیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو برا نام دیا اور پتھر مارنے سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی، اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور ان کو فتنے میں مبتلا کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے جس طرح خبیث ابن سباء نے کیا اور یہ بات کتب تاریخ میں مشہور ہے۔

اس فتنے کے قائد ابن ابی دؤاد نے اپنا سلسلہ یہود کو پہنچایا جبکہ امام احمد نے اپنا سلسلہ محمد بن عبداللہ ﷺ تک پہنچایا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: جہم کی اسانید یہود، صابئین اور مشرکین سے ملتی ہیں۔ [2]

اور فرمایا: جہمیہ کے اس منحرف اور تبدیل شدہ لوگوں نے اپنے سے پہلے یہود، نصاریٰ، فارس اور روم کے طریقے کی پیروی کی۔

ہم نے اس موضوع کے علاوہ اور جگہ بھی ذکر کیا ہے کہ جہمیت کے عقائد کی اصل مشرکین، ہندوستان اور یونان کے صابئین اور یہودی اہل کتاب کے تحریف کرنے والے لوگوں سے ہوئی۔ جعد بن درہم، پھر جہم بن صفوان اور ان کے پیروکاروں نے ان سے یہ عقائد لیے۔ اس کے بعد دوسری صدی کے اواخر میں یونانی کتب رومی عیسائی ممالک سے لائی گئیں اور ان کے عربی میں تراجم ہوئے اور صابئین کا تبدیل شدہ مذہب جو کہ ارسطو اور

---

[1] مختصر تاریخ دمشق 6/ 51.

[2] مجموع الفتاوی 5/ 22.

ذو یہ کا مذہب تھا، پھیل گیا۔ ❶

اور جس کسی نے بھی پرانی یا نئی بدعات پر نظر کی تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا اصل یہود اور نصاریٰ سے ہے۔اس وجہ سے داؤد بن ابی ہند (ت 137ھ) نے کہا: بصرہ میں تقدیر کا عقیدہ اس وقت پھیل گیا جب یہودی اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا، کیوں کہ تقدیر میں بحث کرنے والے یہود اور نصرانی تھے۔ ❷

اور یہ بات معلوم ہے کہ اہل تصوف کے مصادر میں سے نصرانیت ہے۔۔۔اور اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے بدعات کا تتبع کیا اور انہوں نے اہل بدعت اور اہل کتاب کے درمیان مضبوط تعلق پایا۔اور صحیح البخاری کی حدیث ہے، نبی ﷺ نے سچ فرمایا:

((حَـدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْـدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَـنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْـلَـكُـمْ شِبْـرًا بِشِبْـرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ، قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ: اليَهُودَ، وَالنَّصَارَى قَالَ: فَمَنْ)) ❸

''تم لوگ پہلی اُمتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی کرو گے یہاں تک کہ وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کی پہلی امتوں سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر کون ہو سکتا ہے؟''

---

❶ بیان تلبیس الجهمیه.

❷ الطیوریات 665 اثر نمبر: 1179.

❸ بخاری، بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ:3456.

جہمیہ کے عقائد:

اب ہم جہمیہ کے عقائد ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اہل سنت والجماعت سے علیحدہ ہو گئے۔اور بعض عقائد کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو گئے۔

(۱)......صفات باری تعالیٰ میں ان کا قول: جہمی مذہب کی عمارت صفات کی تعطیل اور انکار پر قائم ہے، بلکہ جہم جب بھی کسی جذمی (کٹی ہوئی اُنگلیوں والی عورت یا جذام کی بیماری میں مبتلا شخص) سے ملتا تو کہتا کہ ارحم الراحمین ایسا بھی کرتا ہے۔(یعنی اللہ کی صفت رحم سے انکار کرتا تھا)❶

(۲)......اللہ کی صفت کلام سے انکار کرتے ہیں، پھر یہ بات اس نتیجہ پر پہنچی کہ قرآن مخلوق ہے پھر اس مسئلے میں فتنہ اور اختلاف کے بیج بوئے اور لوگوں کو فضول کام میں مصروف کیا اور بحث اور جھگڑے زیادہ ہو گئے۔

(۳)...... اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ علم کلام کو علم کلام اسی لئے کہا گیا کہ یہ مسئلہ اس کا مشہور جز ہے۔ جہاں بھی بحث مباحثہ زیادہ ہوا اور اس کے گرد جھگڑا گھومتا رہا تو صرف یہ مسئلہ وہاں گردش کرتا رہا (یعنی خلق القرآن) پس لوگوں نے کلام اللہ میں شدید اختلاف کیا۔ اس مسئلہ میں کئی اقوال کہے گئے اور نو اقوال تک پہنچ گئے، جیسا کہ ابن ابی العز نے ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایک بار چھ اقوال، دوسری بار سات یا زیادہ شمار کیے۔ ابن القیم نے آٹھ اقوال ذکر کئے ہیں۔

میں ان اقوال کی تعداد میں تفصیل بیان نہیں کروں گا جو اپنی جگہ موجود ہیں۔جس کی طرف میں نے اشارہ کیا، اور یہاں میں صرف تین اہم اور مشہور اقوال کا ذکر کافی سمجھوں گا۔❷

---

❶ منهاج السنه 3/ 13.

❷ خلق قرآن کے مسئلہ پر شیخ الاسلام محدث زماں حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جو ان کی کتاب منحۃ الباری شرح صحیح البخاری جلد اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ شرح دس سے زیادہ جلدوں پر مشتمل ہے جس کو ہمارے استاد محترم محدث العصر المسند محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ شیخ ⇦⇦⇦

(۱) سلف صالحین اور اہلحدیث کا قول:

قرآن اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق ہے اس کی طرف سے ہے اور اس کی طرف لوٹے گا، اور اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس سے چاہے کلام کرتا ہے اور اس کے کلام کو سنا جاسکتا ہے اور تلاوت کیا جاتا ہے۔اور حرف اور آواز کے ساتھ ہے۔

(۲) جہمیہ اور معتزل کا قول:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔اپنے غیر میں اسے پیدا کیا۔جہمیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ متکلم نہیں ہے، جبکہ معتزلہ اللہ تعالی کے لیے کے متکلم کا اطلاق کرتے ہیں، یہ اس لیے کہ لوگ ان کو جھوٹا نہ سمجھیں ان کے ہاں متکلم سے مراد یہ ہے: کہ اللہ نے کلام کیا ہے اور اپنے سے جدا پیدا کیا اور یہ بلکل جہمیہ کا قول ہے۔ ❶

(۳) کلابیہ ❷ اور اشاعرہ کا قول:

کلام اللہ سے مراد یہ ہے جو اس کے نفس کے ساتھ قائم ہے، ذات باری تعالیٰ کے لئے

⇦⇦⇦ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ نے مرتب کیا اور ہم اسے شائع کر رہے ہیں۔اسی طرح اس مسئلے کا امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الابانہ عن اصول الدیانہ۔اردو۔ص:۸۴تا ۱۰۷میں مفصل ذکر کیا ہے۔الابانہ بھی ترجمہ وتخریج وتعلیق کے ساتھ ہم نے شائع کی ہے اللہ تعالی قبول فرمائے۔آمین (**الحسینوی**)

❶ مجموع الفتاویٰ: 12/ 311.

❷ الابانہ عن اصول الدیانہ (اردو) کے مقدمہ ص:۲۶۔۲۷ میں کلابیہ فرقہ جس کی طرف منسوب ہے اس کا تعارف لکھا ہوا ہے کہ ابومحمد عبداللہ بن سعید بن کلاب القطان۔آپ نے کئی ایک کتب معتزلہ کے رد میں لکھیں۔آپ کہتے تھے کہ مخلوق پر علو باری نص کے مطابق فطرت اور عقل سے معلوم ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کئی کتب میں آپ کی تعریف کی ہے۔آپ اکثر مسائل میں اہل السنہ کے موافق تھے۔

ابوالحسن اشعری نے ابن کلاب کا منہج اس لیے اختیار کیا کہ یہ معتزلہ کے منہج سے بہتر تھا اور عقیدہ اہل السنہ کے زیادہ قریب تھا۔اور اس لیے بھی کہ وہ اللہ تعالی کی کچھ صفات کا اثبات کرتے تھے جو عقل وفطرت کے سمجھ وفہم کے موافق ہوں۔کچھ اور وجوہات کی بنا پر ابوالحسن نے ابن کلاب کا عقیدہ اختیار کیا۔اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ الاشعری ابن کلاب سے زیادہ مشہور تھے اس لیے الاشعری عقیدہ کہا جاتا ⇦⇦⇦

لازم ہے جیسا کہ حیات وعلم ذات کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور ارادے سے کلام نہیں کرتا اور نہ حرف اور آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور کلابیہ کے نزدیک یہ حروف اور آوازیں اس کے کلام سے حکایت ہے اور اشاعرہ کے نزدیک ''عبارت'' ہے۔ اور اس کے کلام کا ایک معنی ہے جس کے نہ اجزاء ممکن ہیں اور نہ ابعاض وہ امر ونہی، خبر اور استخبار ہے۔ عربی میں بیان ہوا تو قرآن ہے اور اگر عبرانی میں بیان ہوا تو تورات، اور اگر سریانی میں بیان ہوا تو انجیل ہے !! سب سے پہلے یہ قول سعید بن کلاب نے کہا، پھر ابوالحسن الاشعری اور القلانسی وغیرہ نے موافقت کی۔ ❶

⇦⇦⇦ ہے نہ کہ کلابیہ عقیدہ۔ (العقيدة الاسلاميه و تاريخها ص:۱۲۳-۱۲٤)

مقالات الاسلامیین میں اشعری اصحاب الحدیث کا مذہب ذکر کر کے فرماتے ہیں: عبداللہ بن سعید کے اصحاب بھی اکثر وہی باتیں کہتے ہیں جو ہم نے اصحاب الحدیث سے ذکر کی ہیں۔ (مقالات: ۳۲۵/۱)

امام ابن تیمیہ نبوات میں ابن کلاب جیسے لوگوں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ جہمیہ نہیں، بلکہ جہم کی بعض باتوں میں اس کے موافق ہیں اور بعض میں مخالف۔ یہ سلف اور اہل السنہ والحدیث کے سب سے قریب لوگوں میں سے ہیں۔ (النبوات:۱٤۳)

ابن کلاب کی بعض مسائل میں جہم سے موافقت اور صفت کلام کے متعلق محدث رائے کی بنیاد پر ہی بہت سارے ائمہ نے آپ پر جرح بھی کی ہے۔ جن میں ابن خزیمہ، ابوطاہر السلفی، ابوعلی حامد ہروی، ابن شاقلا، ابوعبداللہ ابن مندہ اور امام احمد امام اہل السنہ والجماعہ شامل ہیں۔ ابن تیمیہ درء تعارض العقل والنقل (۶/۲) میں کہتے ہیں: حارث المحاسبی، ابن کلاب کے قول کی طرف منسوب تھے۔ اسی لیے احمد نے ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ ابن کلاب سے لوگوں کو ڈرایا کرتے تھے۔

ابن تیمیہ الاستقامہ (۱/ ۱۰۵) میں کہتے ہیں: کلابیہ ہی اشاعرہ کے مشائخ ہیں ابوالحسن اشعری نے ابومحمد بن کلاب کا طریقہ اپنایا۔ ابن کلاب زمانے اور طریقے کے اعتبار سے سلف کے زیادہ قریب تھے۔

اس دور میں کچھ مشہور فقہاء نے ابوالحسن اشعری کی پیروی کی مثلا ابوبکر باقلانی الشہرستانی، الرازی، الغزالی، امام الحرمین اور ان کے بیٹے نے۔ انہوں نے اس دور کی اچھی خاصی تبلیغ کی اور لوگوں کو دعوت دی اور کتابیں لکھیں اس بنا پر الاشاعرہ کا مذہب بہت پھیلا۔ جب امام ابوالحسن اشعری نے ۳۸۰ھ میں شام کا رخ کیا تو وہاں ان کا مذہب بھی پھیلا۔ (العقيدة الاسلاميه و تاريخها ص:۱۲٦)

❶ الاقتصاد فی الاعتقاد للغزالی ص:59.

ہم نے اس مسئلے کو اس کی اہمیت کی وجہ سے لمبا بیان کیا ہے، کیونکہ جہمیہ نے اس گمراہی کی بنیاد پر امام احمد کے دور میں فتنہ برپا کیا۔

(۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے انکار:

بلکہ کہتے ہیں کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے لیے ایسا جائز نہیں، امام احمد نے ان کے قول کے بارے میں جو عرض کیا اور جو رد کیا اس کا بیان آگے آئے گا۔

(۴) ایمان میں ان کا قول:

کہتے ہیں: ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور جس نے اللہ کو پہچان لیا تو کامل ایمان والا مومن ہے، ان کے مطابق ابلیس اور فرعون بھی اللہ کے اچھے بندے اور مومن ہیں۔

(۵) تقدیر میں ان کا قول:

جہمیہ جبریہ ہیں، وہ کہتے ہیں: انسان کے لیے کوئی فعل نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے فعل پر مجبور ہے اس کی مثال درخت کے پتے کی طرح ہے جن کو ہوا ہلاتی ہے یا اس ''پر'' (پرندے وغیرہ کا) جو ہوا چلنے کے دوران اڑے۔ [1]

(۶)...... اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت سے انکار کرتے ہیں، اور اس کے افعال اور اوامر میں ''تاکہ'' والا لام نہیں ہے۔

(۷)...... ان کا قول جنت اور جہنم کے فنا ہونے کے بارے میں: امام احمد نے ان کا قول پیش کیا اور اس کتاب میں اس پر رد کیا، اس کے علاوہ اور بھی ان کے غلط عقائد ہیں۔ ان عقائد کو جاننے کا مقصد یہ ہے کہ جہمیہ صفات باری تعالیٰ کے انکاری ہیں اور گمراہ صابئین کے پیروکار ہیں۔

جہمیہ کے فرقے:

صالح بن احمد نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا: جہمیہ کے تین فرقے ہیں:

---

[1] مجموع الفتاوی:8/ 230.

ایک فرقہ کہتا ہے : قرآن مخلوق ہے اور ایک فرقہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سکوت کرتے ہیں (یعنی مزید یہ نہیں کہتے کہ غیر مخلوق ہے یا مخلوق اور ایسا کہنے والے کو واقفیہ فرقہ کہتے ہیں) اور تیسرا فرقہ کہتا ہے: قرآن پر ہمارا تلفظ کرنا مخلوق ہے۔ (یعنی قرآن کی جو تلاوت ہم کرتے ہیں یہ مخلوق ہے اور ایسا کہنے والے کو لفظیہ فرقہ کہتے ہیں)۔ پھر میرے باپ نے فرمایا: سکوت کرنے والوں اور لفظی فرقہ کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ [1]

پہلا فرقہ مشہور ہے اور اس پر بحث ہوئی اور یہ باقی دو فرقوں کی جڑ ہے۔

واقفیہ کا تعارف: [2]

جہاں تک دوسرا فرقہ جس کو "الـــواقـفـیـــہ" بھی کہا جاتا ہے، تو وقوف سے مراد ان کا قرآن کریم کے متعلق اس قول پر اکتفاء کرنا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے پھر اس کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔

اور لوگ آزمائش (خلق قرآن کے فتنہ) سے پہلے سکوت کرنے کی کوشش کرتے تھے پھر اس قبیح فتنے کے ظہور ہونے کے بعد کسی نے بھی توقف اور سکوت کی کوشش نہیں کی۔

امام احمد نے فرمایا: اگر لوگ خلق القران کے فتنے میں واقع نہ ہوتے تو اس کے لیے سکوت کافی ہو جاتا، لیکن سکوت کس چیز کے لیے کرتا؟!، وہ صرف شک کی وجہ سے سکوت کرتا۔ [3]

امام آجری نے امام احمد کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: امام احمد کی مراد یہ ہے "ایمان والوں نے کبھی بھی اس بات پر اختلاف نہیں کیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، لیکن جب جہم بن صفوان آیا اور اس نے یہ کفر کیا کہ قرآن مخلوق ہے تو علماء نے توثیق کی بجائے سخت رد کیا، کیونکہ قرآن بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ پس جو اس کو غیر مخلوق

---

[1] السنه لامام احمد:86.

[2] امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے اس فرقے کے رد پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے دیکھیے (الابانه عن اصول الديانه (اردو) ص:۱۰۳-۱۰۷) (**الحسینوی**)

[3] رواه ابوداود فی مسائله :263.

نہیں کہتا تو اس کو ''واقفیہ'' کا نام دیا گیا، کیونکہ وہ اپنے دین میں شک کرنے والا ہوتا ہے۔ [1]

اور ابو داود نے فرمایا: میں نے احمد بن صالح ۔جو ابن طبری (ت238ھ) کے نام سے مشہور ہیں۔ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جس نے کہا ''قرآن اللہ کا کلام ہے، اور یہ نہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے اور نہ غیر مخلوق؟ تو فرمایا: یہ شکی آدمی ہے اور شک کرنے والا کافر ہوتا ہے اور امام ابن وضاح (ت286ھ) نے کہا: میں نے تمام شہروں مکہ، مدینہ، عراق، شام، مصر وغیرہ کے علماء کو یہ کہتے ہوئے پایا، کہ قرآن نہ خالق ہے اور نہ مخلوق ۔اور فرمایا: کسی کے لیے بھی یہ کہنا کافی نہیں کہ صرف اللہ کا کلام ہے جب تک ساتھ یہ نہ کہے کہ نہ خالق اور نہ مخلوق۔ [2]

اور امام ابن قتیبہ نے اس باب میں اہم قاعدہ اور مثال بیان کی ہے، سکوت کرنے سے کلام کا معارضہ نہیں کیا جاتا اور نہ توقف کرنے سے شک کا علاج ہوتا ہے۔ [3]

اور اس میں اس شخص کے لیے رد ہے جو شک کی وجہ سے توقف کرے!

حقیقت میں اس طرح شکی فعل پرہیز گاری میں شمار نہیں ہوتا۔ جب کہ دوسری طرف اہل بدعت نے اقوال کہے ہیں، ان کا اظہار کیا ہے اور لوگوں کے درمیان ان کی اشاعت کی ہے، بلکہ واجب یہ ہے کہ ان اقوال کی وضاحت ہو جائے اور خاص کر علماء اور ائمہ پر جن کی لوگ اقتدا کرتے ہیں، اسی وجہ سے سلف سے فرقہ واقفیہ کی مذمت میں اور ان سے ہوشیار رہنے کے بارے میں بہت زیادہ آثار آئے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل نے ان کو جہمیہ فرقے میں شمار کیا ہے ۔ جب ان سے واقفیہ فرقے کے متعلق سوال ہوا، تو کہا: جہمیہ کی ایک قسم ہے۔ توقف کرنے سے (جہمیت) چھپاتے ہیں۔'' [4]

---

[1] الشريعه:1/ 528.

[2] اصول السنه لابن زمين، ص86 رقم 20.

[3] الاختلاف فی اللفظ و الرد علی الجهميه: 61.

[4] السنه للخلال :5/ 129.

بلکہ امام احمد بن حنبل اور اہل السنہ کے کثیر ائمہ نے ان کو جہمیہ سے بھی زیادہ برے شمار کیا ہے۔ ❶

ابو یعقوب اسحاق بن سلیمان سے قرآن کے متعلق سوال ہوا، فرمایا: جب ہم کہتے ہیں: قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ نہیں کہتے کہ مخلوق ہے اور نہ غیر مخلوق تو پھر ہمارے اور جہمیہ کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ ❷

تو امام احمد نے (قرآن کلام اللہ ہے اور غیر مخلوق ہے) اور توقف کے درمیان ایک امتیاز پیدا کی ۔ جس کے ذریعے ''سنی'' شخص کی شناخت ہو گی ۔ اور اہل سنہ اور جہمیہ کے درمیان فرق ہوگا۔

المروزی نے فرمایا: میں نے امام احمد سے توقف کرنے والے کے بارے میں پوچھا، جو غیر مخلوق کا قول نہیں کہتے، اور کہا، میں کہتا ہوں: قرآن اللہ کا کلام ہے؟

امام احمد نے جواب دیا، اور اس کو کہا جائے گا: علماء غیر مخلوق بھی ساتھ کہتے ہیں ۔ اگر انکار کیا تو جہمی ہے۔ ❸

امام عبد اللہ بن امام احمد نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا، جب ان سے واقفیہ فرقے کے متعلق سوال ہوا ۔ میرے باپ نے کہا: جو جھگڑا کرتا ہے اور علم کلام سے اس کی شہرت ہو تو وہ جہمی ہے (یعنی قرآن کو مخلوق کہنے کے لئے جھگڑا) اور جس کا تعارف علم کلام سے نہیں ہوا، اسے ایک طرف کیا جائے گا یہاں تک کہ رجوع کرلے اور جس کے پاس علم نہیں تھا، تو وہ پوچھ لے اور سیکھ لے۔

تیسرا لفظیہ فرقہ:

لفظیہ فرقہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں، کہ قرآن پر ہمارا تلفظ کرنا مخلوق ہے ۔ وہ صرف

---

❶ السنة للخلال نمبر 5/ 129، ، 135، 136.

❷ السنه لعبدالله بن احمد :527.

❸ السنه للخلال .

(قرآن کو) الفاظ کا درجہ دیتے ہیں۔ جبکہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ اپنے اسلاف کے عقیدے کی وجہ سے قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔

اور امام احمد نے یہ ثابت کیا ہے کہ لفظی فرقہ جہمیہ سے ہے۔ احمد بن ابراہیم نے فرمایا: میں نے امام احمد سے پوچھا۔ میں نے کہا: ''وہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پر ہمارا تلفظ کرنا مخلوق ہے؟ تو فرمایا: یہ جہمیہ کے قول سے زیادہ برا ہے۔ جس نے ایسا عقیدہ رکھا، تو یقیناً اس نے یہ عقیدہ رکھا: کہ جبریل مخلوق کو لے آئے تھے۔ اور نبی ﷺ نے مخلوق کی تلاوت کی۔ ❶

اور امام احمد نے فرمایا کہ جس نے کہا کہ قرآن پر ہمارا تلفظ کرنا مخلوق ہے تو وہ جہمی ہے۔ ❷

اور ابوزرعہ، عبید اللہ بن عبد الکریم، ابوحاتم الرازی اور محمد بن ادریس نے کہا: جو یہ کہتے کہ قرآن پر ہمارا تلفظ کرنا مخلوق ہے، تو وہ جہمی ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: وقت کے اماموں نے لفظیہ بدعت کو رد کر دیا۔ جو کہتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت، اس کی قراءت اور اس پر تلفظ کرنا مخلوق ہے۔ ایسے لوگوں کو جہمیہ فرقے میں شمار کیا۔ اور یہ واضح کر دیا کہ ان کا یہ قول خلق قرآن کے قول کے برابر ہے۔ اور سلف کے زیادہ تر کلام میں (اس لفظیہ فرقہ) کی تکفیر ہے۔ ❸

سلف سے بہت زیادہ کلام لفظیہ فرقے کے بارے میں ہے کہ یہ جہمیہ کی ایک شاخ ہے۔ ❹

کیا جہمیہ فرقہ ختم ہو گیا؟

بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ جہمیہ ختم ہو گئے ہیں اور ان کا کوئی اثر باقی نہ رہا لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ دیکھنے ولا دور حاضر کے بہت سے فرقوں میں جہمیت کا مذہب

---

❶ ابو داود فی مسائل عن احمد رقم: 532.

❷ السیر: 11/ 290.

❸ مجموع الفتاویٰ :12/ 421.

❹ السنه للخلال 7/ 117-63.

دیکھتا ہے۔ باطنی طور پر وہ اس کے مارے ہوئے ہوتے ہیں، مثال کے طور پر اگر ہم صفات باری تعالیٰ سے انکار کی بدعت کو دیکھیں تو رافضی اور ان سے مختلف فرقے معتزلہ اباضیہ وغیرہ صفات سے کسی چیز کے قائل نہیں، بلکہ ہمیشہ سے جہمیہ کے بعض اقوال اس دور کے اسلامی فرقوں میں بلا جھجک اور دلیری سے کہے جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: میں نے ابوحنیفہ، مالک، شافعیؒ، اور احمد کے پیروکاروں کو دیکھا کہ ایسے اقوال کہتے ہیں، اور جو شخص ان کے اقوال کی مخالفت کرے تو اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور مخالف اقوال بعینہٖ انہیں کے ائمہ کے ہوتے ہیں، وہ اقوال جن سے یہ انکار کرتے ہیں اور اس کے کہنے والے پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور اس باب میں شک اور بحران والے بہت سی روایات نبی ﷺ سے منسوب کرتے ہیں، کیونکہ جہمیہ کے شبہہ نے بہت لوگوں کے دلوں پر اثر کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ جو حق لے کر آئے تھے وہ معقول بن گیا (یعنی بدعتیوں کے متعلق پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوئیں) اور دوسری جگہ فرمایا: زیادہ تر لوگوں کے اندر جہمیت کی (شاخیں) گردش کرتی ہیں۔ [1]

اہل بدعت کی رد میں اہل السنہ کے علماء کی کوششیں:

بدعت کی تاریکیاں ظہور پذیر ہوتے ہی اہل السنہ بدعتیوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ لوگوں کو ان سے ڈراتے ہیں اور ان سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ ان کو سلام نہیں کرتے اور نہ ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور اس کے علاوہ ان کے ساتھ لڑائیاں بھی کیں۔۔۔ اور اس منہج کو اپنے بعد آنے والوں کے لیے باقی رکھا جو ان کے طریقے پر قائم رہے اور ان کی ہدایت پر چلے۔

عاصم الاحول سے روایت ہے کہ قتادہ نے فرمایا: اے احول! ایک آدمی جب بدعت کرتا ہے تو اس بدعت پر ان کو نصیحت کی جائے گی یہاں تک کہ ڈر جائے۔ [2]

---

[1] بیان تلبیس الجهمیه2/ 156.

[2] الضعفاء للعقیلی:3/ 280.

علماء نے اس انتباہ کو مسلمانوں کے لیے نصیحت کے باب میں شمار کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ کام غیبت جو کہ حرام ہے، کے زمرے میں نہیں آتی۔ کثیر بن زیاد نے فرمایا: ''خواہش پرستوں سے کہا جائے گا کہ ان کے لیے کوئی حرمت نہیں ہے اس لیے علماء نے بدعتی لوگوں کو نام سمیت یاد کرنا اور لوگوں کو ان سے خبردار کرنے کو غیبت میں شمار نہیں کیا ہے۔ اور بعض اہل علم نے وہ حالات جن میں کسی پر انگلی اٹھانا غیبت میں شمار نہیں ہوتی نیچے دو شعروں میں ذکر کیے ہیں۔

الـقـدح لـيـس بـغيبةٍ فـي ستةٍ
متـظـلـمٍ و مـعـرفٍ و مـحـذرٍ
و لـمـظهـرٍ فسـقـا و مستفـتٍ و من
طَـلَـبَ الاعـانَةَ فـي إِزالةِ مـنـكـرِ

۱: پانچ چیزوں میں طعن کرنا غیبت میں شمار نہیں ہوتا
شکایت کرنا (آپ سے کسی نے زیادتی کی اور آپ اس شخص کے متعلق بیان کرتے ہیں،
۲: شناخت کرانا (آپ کسی کا تعارف اس کی غیر موجودگی میں کراتے ہیں)
۳: کسی کو خبردار کرنا (گناہ، یا کسی بدعتی سے)
۴: فسق و فجور کو ظاہر کرنا
۵: فتوی طلب کرنا

(۵) اور منکر کے ازالے کے لیے مدد طلب کرنا

مقصد یہ ہے کہ بدعتیوں سے خبردار کرنا اہل علم کے ان فرائض میں شامل ہیں، جس سے ان کے لیے چھٹکارا جائز نہیں۔ [1]

---

[1] راویوں پر جرح کرنا غیبت نہیں ہے۔
جرح وتعدیل کا تعلق سند کے ساتھ ہے کچھ اقوال سند کی اہمیت پر ملاحظہ فرمائیں۔ صغار تابعین کے دور میں سند بیان کرنا بہت بڑا جرم تھا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں: عتبہ بن حکیم کہتے ہیں کہ میں ابن ابی ⇦⇦⇦

....

⇦⇦⇦ فروہ کے پاس تھا اور وہاں ابن شہاب زہری بھی موجود تھے،ابن ابی فروہ نے سند بیان کیے بغیر کہا :قال رسول اللہ ﷺ!امام زہری نے کہا :اللہ تجھے برباد کرے تو دین کے معاملے میں کتنا جری ہوگیا ہے ،اپنی حدیث کی سند ہی بیان نہیں کرتا ؟ہمیں بغیر باگوں اور رسیوں (یعنی سند) کے حدیث بیان کر رہا ہے ۔ (معرفة علوم الحديث ص:١١)

امام عبداللہ بن مبارک نے کہا:الاسناد من الدين لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء ۔

جرح کرنا غیبت نہیں :

غیبت کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن یہ مسئلہ سمجھنے والا کہ آیا رواۃ پر حدیث پر محدثین جو حقیقت میں اللہ کے ولی لوگ تھے وہ پھر ساری عمر غیبت ہی کرتے رہے نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی ۔رواۃ حدیث پر جرح کا تعلق غیبت سے نہیں بلکہ ایک مستحسن تھا جس کی محدثین نے بروقت بجا آوری فرما کر دفاع حدیث کا بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ۔اگر کذاب ،دجال ،زندیق ،متروک ،فاسق و فاجر اور غافل لوگوں کی نشان دہی نہ ہوتی تو دین اسلام بے کار ثابت ہوتا ۔سچ اور جھوٹ کی تمیز نہ رہتی ۔کیا خوب کہا امام ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری فرماتے ہیں کہ اگر اسناد نہ ہوتی اور محدثین کرام ان کو طلب نہ کرتے اور کثرت سے یاد نہ کرتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں ،جھوٹی احادیث گھڑ لی جاتیں ،اسناد حدیث کو الٹ پلٹ کر دیا جاتا اور اس طرح اہل بدعت غالب آجاتے ،کیونکہ اگر احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی ۔ (معرفة علوم الحديث للحاكم ص:٦)

علم رجال یہ ہے کہ سند حدیث میں ہر راوی کو پرکھنا ،اس کے حالات جاننا اور ائمہ کرام کے اقوال کے مطابق حکم لگانا ،یہ تمام امور علم جرح وتعدیل کے ذریعے ہی سے جانے جا سکتے ہیں ۔

بدصفت اور اچھی صفات والوں کا ذکر اللہ تعالی نے کیا ہے :

سچا اور جھوٹا مومن اور منافق پاک دامن اور زانی جنتی اور جہنمی نیک اور بد

یہی علم جرح وتعدیل ہے کہ سچے کو سچا کہا جائے اور جھوٹے کو جھوٹا کہا جائے ۔

جھوٹے کی بات کی تحقیق فرض ہے سچے کی بات فورا مقبول کی جاتی ہے ۔

رواۃ حدیث پر کلام اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ صحیح احادیث کو ضعیف سے ممتاز کیا جائے ۔

کیا کوئی چاہتا ہے کہ کوئی ظالم ،دین کا دشمن رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کرے اور ہم اسے کچھ بھی نہ کہیں ؟ ⇦⇦⇦

العز بن عبد السلام (ت 660ھ) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے علماء پر دین کی سربلندی اور مبتدعین کی ذلت کو واجب کیا ہے، پس عالم کا ہتھیار علم ہے جس طرح بادشاہ کا ہتھیار تلوار اور نیزہ ہے، جس طرح ایک بادشاہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ ملحدین اور مشرکین کے خلاف تلوار رکھ دے اسی طرح علماء کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دین سے پھیرنے والوں اور بدعتیوں کے خلاف زبان بند کرے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے لڑا اور اللہ کے دین کی مدد کی وہ اس بات کا اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ سونے والی آنکھ سے کرے اور اس کی عزت نہ ضائع ہونے والی عزت سے کرے۔

خاص کر القشیر ی نے کہا: میں نے ابوعلی الدقاق کو فرماتے ہوئے سنا، جو حق سے خاموش ہوا تو وہ گونگا شیطان ہے (یعنی بدعت کے خلاف خاموشی اختیار کی اور حق کو چھپایا۔) پس خاموش رہنے والے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت مجرم ٹھہرتے ہیں:

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

(المائدہ: 79)

⇦⇦⇦ کوئی ہمارے باپ کی طرف غلط منسوب کرے ہم اس کا ایکشن لیتے ہیں تب یہ نہیں کہتے کہ غیبت حرام ہے جانے دو، پھر کیا ہوا؟

ہماری ان گزارشات سے معلوم ہوا کہ رواۃ حدیث پر جرح غیبت نہیں ہے بلکہ نکمے لوگوں کو ننگا کرنا فرض ہے تاکہ دین محفوظ رہے۔امام احمد بن حنبل کلاس پڑھا رہے تھے اور اس میں رواۃ پر جرح وتعدیل کے لحاظ سے بات کررہے تھے تو ایک آدمی ابوتراب نخشی کہنے لگا: "لا اتق اللّٰه و لا تغتب" اللہ سے ڈرو اور غیبت نہ کرو۔امام احمد کے بیٹے عبداللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: "ويحك هذا نصيحة ولا غيبة" (طبقات حنابله لابن ابی یعلی: ۲/ ۱۸۳) جب امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کے بارے میں اہل بصرہ نے جب تبصرہ کیا کہ آدمی تو بہت اچھے ہیں لیکن یہ جو راویوں پر کرتے ہیں یہ کام اچھا نہیں تو انھوں نے فرمایا: مجھے یہ بات گوارہ ہے کہ قیامت کے دن پوچھا جائے کہ تم نے اس کے بارے میں یہ نقد کیوں کیا ہے؟ لیکن یہ سوال گوارا نہیں ہے کہ اللہ تعالی پوچھے کہ میرے نبی ﷺ کی طرف بات بیان کرنے والے نے بات بیان کی اور وہ آدمی قابل اعتبار نہیں تھا اور تم نے خاموش رہے مجھے اس سوال سے ڈر لگتا ہے کہ اس کا میں کیا جواب دوں گا؟ (شرح العلل لابن رجب: ۱/ ٤٦٦) (جرح وتعدیل کے اصول وضوابط۔از ابراہیم بن بشیر الحسینوی۔زیر طبع ہے)

''آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔''

اور اہل علم نے ہمیشہ اہل بدعت پر رد کا مشورہ دیا ہے، اور اسلام سے نسبت رکھنے والی جماعت پر واجب کیا ہے کہ اہل بدعت کے لیے چھوٹ دینا اور ان کو کھلا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ علماء کے فرائض سے ایک شرعی کام ہے، ملت کے دفاع اور بدعت سے بچنے کے لیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا: اللہ کے لیے حمد ہے، اس امت میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے جو اہل باطل کی باطل کلام کا نوٹس لیتے ہیں۔ اور اس پر رد کرتے ہیں، حق قبول کرنے کی موافقت پر اور اہل باطل کی رائے اور روایت کے رد کرنے پر بغیر کسی تکلف اور سازش کے، اللہ تعالیٰ نے ان علماء کی ہدایت کی۔ [1]

امام یحییٰ بن یحییٰ (ت 226ھ) نے فرمایا: سنت کا دفاع کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے، اس کو امام محمد بن یحی الذہلی نے فرمایا: ایک آدمی اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اپنے نفس کو تھکاتا ہے اور جہاد کرتا ہے تو کیا یہ شخص (سنت کا دفاع کرنے والا) اس شخص سے افضل ہے؟ یحیی نے کہا: ہاں افضل ہے۔

ہروی نے محمد البلخی سے روایت کی۔ کہا: میں غور کے راستے میں ابن ابی شریح کے ساتھ تھا تو ان پہاڑوں سے ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہا: میری عورت نے چھ مہینے بعد بچہ جنا ہے۔ تو کہا: وہ آپ کا لڑکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو'' تو وہ شخص دوبارہ آیا تو شیخ نے وہی جواب دیا تو آدمی نے کہا: میں ایسا نہیں کہہ سکتا!! تو ابن شریح نے فرمایا'': یہ غزوہ ہے'' اس پر تلوار نکال کر کود پڑا تو ہم اس پر اکٹھے ہو گئے اور کہا: جاہل آدمی جانتے نہیں ہو وہ کیا کہتا ہے۔ [2]

اس اثر پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذھبی نے فرمایا: اس نے سنت کی حفاظت کی اور سنت

---

[1] مجموع الفتاوی (9/ 332).

[2] ذم الکلام 6/ 200.

کی مخالفت کرنے والے پر غصے ہوا۔ ❶

بلکہ لوگوں کو صرف سنت کی تبلیغ بھی عظیم اور افضل ترین جہاد ہے۔

امام ابن القیم نے فرمایا: سنت رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ امت کو کرنا دشمن کے گلوں کی طرف تیر پھینکنے سے بہتر ہے، کیونکہ تبلیغ بہت لوگ کرتے ہیں لیکن جہاں تک سنت کی تبلیغ ہے تو اس کو صرف انبیاء کے ورثاء اور خلفاء امت ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی نعمت اور رحمت سے اس طرح بنائے۔ ❷

اور ابن القیم نے فرمایا: اس لیے جہاد دو قسم کا ہے:

ا- ہاتھ اور نیزہ سے جہاد: اس میں ہر کوئی شریک ہوتا ہے۔

ب- وعظ اور دلیل سے جہاد:- یہ متبعین رسول ﷺ کا خاص جہاد ہے، اور یہ ائمہ کا جہاد ہے اور دونوں جہادوں میں یہ افضل جہاد ہے، اپنے فائدے کی وجہ سے، اس کی اشد ضرورت کی وجہ سے اور اپنے دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے (یعنی سنت کے دشمن بہت زیادہ ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ سورہ فرقان جو کہ مکی سورت ہے میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا۝ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا۝﴾

''اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعے ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں- پس یہ ان کے لیے قرآن کے ذریعے جہاد ہے اور یہ بڑا جہاد ہے۔'' ❸

پس واضح کر دیا کہ مسلمانوں کے دین میں ان کے لیے یہ عام فائدہ جہاد کی ایک قسم ہے، اس لیے تو اللہ کے راستے، دین، منہج اور شریعت کی صفائی اور ان لوگوں کی سرکشی اور

---

❶ سير اعلام النبلاء: 16/ 527.

❷ جلاء الافهام:415.

❸ مفتاح دار السعادة1/ 271.

جارحیت دفع کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔اور اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ضرر کو دفع کرنے والا پیدا نہ کرتا تو یہ دین میں فساد پیدا کرتے ،اور جنگ کرنے والوں دشمنوں کے قبضے سے انکا یہ فساد بہت بڑا ہے کیونکہ دشمن جب قبضہ کر لیتے ہیں تو دلوں میں فساد پیدا نہیں کرتے اور دل میں جو کچھ دین سے ہوتا ہے اس کو نقصان نہیں پہنچتا صرف تابع کرتے ہیں، جبکہ بدعتی لوگ پہلے دلوں میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ [1]

جہمیہ پر اہل علم کے ردود:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سنت سے تمسک کرنے اور سنت کی حمایت کرنے والے علماء کی نعمت سے نوازا ہے اور یہ دیکھا گیا کہ قرآن کے بعد ان کے پاس سب سے قیمتی یہی سنت تھی،اسی وجہ سے سنت پر کتابیں لکھ کر اور اس کی حمایت کر کے اس پر روشنی ڈالی۔

اہل بدعت کے متعلق موقف اور ان کے لیے ان کی کوشش کے متعلق ہم نے بحث کی۔ ان کی رد میں رسائل کی تالیف بھی ایک کوشش ہے۔

جب بھی ہم جہمیہ کا ذکر کرتے ہیں تو سلف کے رسائل کو ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے مرتد جہمیہ سے ہوشیار رہنے کے متعلق لکھے ہیں۔

جہمیہ پر جن لوگوں نے اعتراض کیا ان میں امام مالک (ت 179ھ) نے موطا میں،

امام بخاری نے اپنی صحیح میں، امام ابو داؤد (ت275ھ) نے ''سنن'' میں، امام نسائی (ت303ھ) نے اپنی سنن میں، امام ابن ماجہ محمد بن یزید (ت 275ھ) نے اپنے سنن میں، امام عبید اللہ بن محمد بن بطۃ الحنبلی (ت348ھ) نے "الابانۃ" میں، حافظ ابن عاصم (ت 287ھ) امام عبد اللہ بن امام احمد (ت 290ھ) امام احمد بن محمد الخلال (ت 311ھ) نے (اپنی اپنی کتاب) ''السنۃ'' میں رد کیا۔

یہ سارے سلف سے صفات کا اثبات ذکر کرتے اور جہمیہ کا رد کرتے۔ اور ان میں امام محی السنۃ الحسین بن مسعود البغوی (ت516ھ) نے اپنی کتاب شرح السنۃ میں رد کیا۔

---

[1] مجموع الفتاوی 28/ 231.

سلف کی کتبِ عقائد میں زیادہ تر انھوں نے جہمیہ پر بحث کی ہے۔جہمیہ کا رد کیا ہے اور ان سے لوگوں کو خبردار کیا ہے، جیسا کہ ابن خزیمہ اور ابن مندہ کی کتاب التوحید میں۔امام آجری کی کتاب ''الشریعۃ'' میں اور لالکائی کی ''شرح السنۃ'' اور بہت سی اور وغیرہ۔اگر ہم ان کتابوں کے ذکر کرنے میں لگ گئے تو ہم اپنی جگہ سے بہت دور ہوجائیں گے اور مقصود ھمارے ہاتھوں سے جاتا رہے گا۔اس بحث کو ذکر کرنے سے ہم جس مقصود کو ذکر کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

جہمیہ کے رد میں خاص تصانیف:

جہمیہ کے رد میں بہت زیادہ کتابیں ہیں مجھے جو کتابیں ملی وہ یہ ہیں:

۱: الرد علی الجهمیه از حافظ عبداللہ بن محمد الجعفی ابوجعفر البخاری (ت 229ھ)

۲: الرد علی الزنادقه و الجهمیه از امام عبدالعزیز بن یحییٰ (ت 240ھ)

۳: الرد علی الزنادقه و الجهمیه از امام احمد جو کہ یہ کتاب ہے۔(جو آپ کے ہاتھ میں ہے)

۴: الرد علی الجهمیه، مؤلف، امام محمد بن اسلم الطّوسیؒ (ت 256ھ)

۵: خلق افعال العباد و الرد علی الجهمیه از امام بخاری۔(یہ کتاب اردو میں زیرِطبع ہے۔)

۶: الرد علی اللفظیه۔لفظیہ جو کہ جہمیہ کا ایک ذیلی فرقہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔از امام محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان الحنفی (ت 264ھ)

۷: السنه و الرد علی الجهمیه از امام اثرم احمد بن محمد بن ھانی۔

۸: مصنف فی مسألة اللفظ از حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن الحاج المروذی، امام احمد کا شاگرد (ت 275ھ)

۹: الاختلاف فی اللفظ و الرد علی الجهمیه و المشبه از امام عبداللہ بن مسلم الدینوری جو ابن قتیبہؒ خطیب السنہ (ت 286ھ) کے نام سے مشہور ہے۔

۱۰: الرد علی من یقول بخلق القرآن از امام ابن قتیبہ۔

۱۱: الرد علی الجهمیه از امام عثمان بن سعید الدارمی (ت 280ھ)

۱۲: کتاب الصفات و الرد علی الجهمیه از امام نعیم بن حماد الخزاعی (ت 282ھ)۔

یہ جہمیہ کی مخالفت میں بہت متشدد تھے، جہمیہ کے رد میں 30 کتابیں تصنیف کیں اور ہمیشہ کہتے تھے: میں جہمی تھا، اس لیے میں نے ان کے کلام کو جانا، پس جب میں نے حدیث طلب کی تو میں جان گیا کہ وہ صرف تعطیل (نفی کرنا) کرتے ہیں۔ جہمیہ کے بارے میں فرمایا: جہمیہ کے خلاف جہاد کرنا روم کے جہاد سے افضل ہے۔ یہ امام، جہمیہ کی وجہ سے جیل میں فوت ہوئے۔

۱۳: الرد علی الجهمیه از امام حافظ حکم بن معبد الخزاعی (ت 295ھ)

۱۴: الرد علی الجهمیه از علامه اللغوی ابراہیم بن محمد بن عرفہ المشہور بنفطویہ (ت 323ھ)

۱۵: الرد علی الجهمیه از امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (ت 325ھ)

۱۶: الردعلی من یقول ان القرآن مخلوق از علامہ محدث احمد بن سلمان النجاد (ت ۳۴۸ھ)

۱۷: الرد علی الجهمیه از امام محمد بن اسحاق بن منده (ت 395ھ)

۱۸: الرد علی اللفظیه از امام ابن منده

۱۹: الرد علی اللفظیه الحلولیه از حافظ ابی نعیم الاصبہانی احمد بن عبداللہ (ت 430ھ)

۲۰: الرد علی الجهمیه از قاضی محمد بن الحسین المعروف بابی یعلی الحنبلی البغدادی (ت 456ھ)

۲۱: الرد علی الجهمیه از علامہ محدث عبدالرحمان بن محمد بن اسحاق بن منده

ابوقاسم (ت470ھ)

۲۲: تکفیر الجھمیہ از شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد الانصاری المعروف بابی اسماعیل (ت481ھ)

۲۳: بیان تلبیس الجھمیہ از امام ابن تیمیہ (ت728ھ)

۲۴: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلہ والجھمیہ از امام ابن القیم (751ھ)

۲۵: الصواعق المرسلہ علی الجھمیہ و المعطلہ از امام ابن القیم

۲۶: اجماع اھل السنہ النبویہ علی تکفیر المعطلہ الجھمیہ (ڈاکٹر عبد العزیز بن عبداللہ الزید آل حمد نے اس کو جمع کیا)

یہ وہ کتابیں ہیں جن کو میں نے پایا اور اس میں شک نہیں کہ مجھ سے بہت سی کتب رہ گئی ہیں۔ (جن پر میں نے اطلاع نہیں پائی) ❶

❶ ہم نے سلف کی کتب میں سے کئی ایک اردو میں کتب شائع کی ہیں اور بہت زیادہ کتبِ عقیدہ ہماری نظر میں ہیں ان میں سے بعض کتب اس فہرست میں بھی موجود ہیں ہم انہیں اردو میں شائع کریں گے۔ان شاء اللہ۔ اللہ تعالی ہماری خاص مدد فرمائے۔آمین۔فاضل محقق نے مقدمہ کے آخر میں بعض اور بھی بحوث لکھی تھیں جنھیں ہم بوجوہ جان بوجھ کر چھوڑ رہے ہیں۔ (**الحسینوی**)

الرد على الزنادقة والجهمية

فيما شكّت فيه من متشابه القرآن وتأوّلته على غير تأويله

مقدمہ از امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

ساری تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہر دور میں اپنے رسول بھیجے اور جب ان میں وقفہ کیا تو علماء ان کے وارث ہوگئے۔ جو گمراہ لوگوں کو ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کی طرف سے ملنے والے تکالیف پر صبر کرتے ے ہیں، کتاب اللہ سے مردوں(گمراہوں) کو زندہ کرتے ہیں اور اندھوں کی اللہ کے نور سے راہنمائی کرتے ہیں ،پس شیطان کے گمراہ کیے ہوئے بہت سے لوگوں کو زندہ کیا اورانہوں نے کتنے گمراہ انسانوں کو ہدایت دی، پس لوگوں پر ان علماء کا کیا ہی اچھا اثر ہے جب کہ لوگوں کا کتنا برا رویہ ان علماء کے ساتھ ہے۔

یہ علماء غالی لوگوں کی کتاب اللہ میں تحریف کوختم کرتے ہیں اور باطل پرست لوگوں کے جھوٹ کو بھی ختم کرتے ہیں اور جاہل لوگوں کی باطل تاویل کو بھی ختم کرتے ہیں۔ یہ غالی، باطل پرست اور جاہل وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدعت کے جھنڈے اونچے کردیے ہیں اورفتنوں کے سر پوش باندھے ہیں ،وہ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے والے لوگ ہیں، کتاب اللہ کے مخالف ہیں اور کتاب اللہ کی مخالفت پر اکٹھے ہیں۔اللہ تعالیٰ پر،اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور کتاب اللہ میں بغیرعلم کے بات کرتے ہیں اور جاہل لوگوں کو جس چیز میں شبہہ پڑتا ہے یہ بدعتی ان کوان چیزوں میں دھوکہ دیتے ہیں۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں ان گمراہ کرنے والوں سے۔

ان متشابہ قرآنی آیات کا بیان جن میں جہمیہ گمراہ ہوئے

زنادقہ نے اللہ کے اس قول میں شک کیا: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ (جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے

زنادقہ نے کہا: ان کھالوں کا کیا ہوا جنہوں نے گناہ کئے اور جل گئے اور دوسرے کھالوں سے تبدیل کئے گئے)

پس ہم یہ نہیں مانتے کہ اللہ بے گناہ کھالوں کو سزا دے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا (ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے)

پس قرآن میں شک کیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ یہ قرآن متناقض ہے۔

میں (امام احمد) نے کہا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا﴾ (ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے) اس کا یہ معنی نہیں ہے کے اللہ تعالیٰ ان پر نئی کھالیں چڑھائیں گے، بلکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہی کھالیں تازہ کی جائیں گی جب پک جائیں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ ٹھیک کرے گا، قرآن میں عام و خاص آیات ہیں، مختلف قسم کے آرا و خیالات جن کو صرف علماء ہی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَo وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَo﴾

(المرسلات)

''آج کا دن وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں گے، نہ انہیں معذرت کی اجازت دی جائے گی۔''

پھر دوسری آیت میں فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾

''پھر تم سب کے سب قیامت والے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے۔''

جہمیہ نے کہا کے کس طرح یہ محکم کلام ہوسکتا ہے ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ﴾

پھر دوسری جگہ یہ ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ (الزمر : 31)

''پھر تم سب کے سب قیامت والے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے۔''

پس یہ گمان کیا کہ قرآن کی بعض آیات بعض سے ٹکراتی ہیں پس قرآن میں شک کیا۔

جہاں تک هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ کی تفسیر ہے تو یہ حالت اس وقت ہوگی جب اللہ مخلوق کو پہلی دفعہ اٹھائے گا جس کا دورانیہ 60 سال ہوگا۔

اور عذر پیش کرنے کی ان کو اجازت نہ ہوگی پھر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ ان کو گفتگو کی اجازت دے گا اور وہ گفتگو کریں گے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ (12)

''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے ہم نیک اعمال کریں گے۔''

پھر جب ان کو کلام کی اجازت ملے گی،تو آپس میں کلام کریں گے اور لڑیں گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾

''پھر تم سب کے سب قیامت والے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے۔''

یعنی حساب کے وقت اور مظالم کے بدلے کے وقت۔ پھر اس کے بعد ان سے کہا جائے گا ﴿لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ﴾ (یعنی میرے ہاں مت لڑو)

﴿وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ﴾ (ق : 28)

''میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعید (وعدۂ عذاب) بھیج چکا تھا''

(یعنی دنیا میں) پس اللہ کا عذاب اس فرمان کے ساتھ ہے۔

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ میں تشکیک:

اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا﴾

''ایسے لوگوں کا ہم روز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے، دراں حالیکہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔''

اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ﴾ (الاعراف : 50)

''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔''

﴿وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ﴾ (الاعراف : 44)

''اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے''

تو جہمیہ نے کہا یہ کس طرح محکم کلام ہوسکتا ہے۔ کہا:

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا﴾

''ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے دراں حالیکہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔''

پھر دوسری جگہ کہا کہ وہ ایک دوسرے کو پکاریں گے؟! پس قران میں اسی وجہ سے شک کیا۔

جہاں تک ان اقوال کی تفسیر ہے:

﴿وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ﴾ (الاعراف : 44)

''اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے۔''

﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ﴾ (الاعراف : 50)

''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔''

پس وہ جب پہلی بار جہنم میں داخل ہورہے ہونگے تو ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے اور پکاریں گے:

﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ﴾ (الزخرف : 77)

''(اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے۔''

اور کہتے ہوں گے:

﴿رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ﴾ (ابراھیم : 44)

''اے ہمارے رب ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک کی ہی مہلت دے۔''

اور

﴿ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا﴾ (المؤمنون : 106)

''کہیں گے کہ اے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی۔''

پس وہ گفتگو میں مشغول ہوں گے یہاں تک کہ ان سے کہا جائے گا:

﴿اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾ (المومنون : 108)

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔''

وہ اندھے، گونگے، اور بہرے روانہ ہو جائینگے اور کلام کرنا ختم ہو جائے گا اور جہنم کا شور باقی رہے گا۔ یہی تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے اللہ تعالی کے قول میں شک کیا۔

فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا۔

اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے:

﴿فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾ (المؤمنون : 101)

''اس دن نہ تو آپس کے رشتے دار ہی رہیں گے، نہ آپس کے سوال وجواب۔''

اور دوسرے مقام پر یوں فرماتا ہے:

﴿فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ﴾ (الصافات : 50)

''(جنتی) ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے پوچھیں گے۔''

جہمیہ نے کہا کہ کس طرح یہ محکم کلام ہوسکتا ہے قرآن میں اسی وجہ سے شک کیا۔

جہاں تک فرمان ہے: ﴿فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾

دوسری دفعہ جب صور میں پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے اٹھیں گے نہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے اور نہ اس جگہ گفتگو کر سکیں گے۔ جب حساب سے فارغ ہو کر جنت یا جہنم میں داخل ہونگے تو ایک دوسرے سے متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے یہی تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ کے اس قول میں شک کیا۔

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾

(المدثر : 42، 43)

''تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا، وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔''

اور اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ﴾ (الماعون : 4)

''ان نمازیوں کے لیے افسوس (اور ویل نامی جہنم میں جگہ) ہے۔''

جہمیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کی وجہ سے ایک قوم کی مذمت کی جیسا کہ کہا، فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ اور اللہ نے ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ جہنم میں اس لیے داخل ہوں گے، کیونکہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے!

پس قرآن میں شک کیا اور یہ گمان کیا کہ باہم متناقض ہیں۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾

''(جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں) یہاں تک کہ قضاء ہو جاتی ہے۔''

﴿الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ﴾ (الماعون: 6)

''(جو ریاکاری کرتے ہیں۔''

یعنی جب لوگ ان کو دیکھتے تو نماز پڑھتے اور جب لوگ نہیں دیکھتے تو نہیں پڑھتے۔تو یہ منافقین کے بارے میں ہے۔

اور جہاں تک یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾

(المدثر 42، 43)

یہ موحدین مومنین کے بارے میں ہے۔

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا۔

خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَاب میں تشکیک:

اور جہاں تک یہ قول ہے۔

﴿خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾ (فاطر: 11)

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

پھر فرمایا:

﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ﴾ (الصافات: 11)

''ہم نے (انسانوں) کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

پھر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ﴾ (المومنون: 11)

''یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔''

فرمایا:

﴿مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾ (الحجر : 26)

پھر کہا:

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ (الرحمٰن : 14)

''یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔''

پس جہمیہ نے ان آیات میں شک کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔

ہم کہتے ہیں کے یہ آدم کی تخلیق کی ابتدا تھی پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پھر سرخ کالی اور سفید لیس دار مٹی سے نرم اور سخت لیس دار مٹی سے اس وجہ سے بنی آدم میں اچھے، برے، کالے، سرخ، اور سفید لوگ ہوتے ہیں۔ پھر اس کو گھوندا اور لیس دار مٹی میں تبدیل ہوگئی اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿من طین﴾ جب یہ طین ایک دوسرے سے چمٹنے لگی تو اس کو طینا ''لازبا'' کا نام دیا گیا یعنی چمٹنے والی۔

پھر فرمایا (من سُلالَۃٍ من طین) یعنی کیچڑ کی طرح۔

فرماتا ہے: جب اس لیس دار مٹی کو مٹھی میں دبایا گیا تو انگلیوں کے درمیان نکلنے لگی تو پھر بدبودار ہو کر اس پر کئی سال گزرے اور ''حمأ'' میں تبدیل ہوگئی۔ پس ''حمأ'' سے پیدا کیا جب خشک ہوگئی تو کھنکھناتی ہوئی ٹھیکری کی طرح ہوگئی۔

کھنکھناتی آواز جیسا کہ ٹھیکری کی کھنکھناہٹ ہوتی ہے اور اسکی آواز ٹھیکری کی طرح ہوگئی تو یہ آدم کی تخلیق کا قصہ تھا۔

اور جہاں تک یہ قول ہے:

﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ﴾ (السجدہ : 8)

(پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی تو یہ ذریت آدم کی تخلیق کی

ابتدا ہے۔یعنی ''اچھلتے پانی سے'' یعنی وہ نطفہ جو آدمی سے نکلتا ہے اس لیے کہا ہے (من ماء) یعنی (پانی) نطفہ سے (مھین) یعنی کمزور۔

تو یہ بیان تھا جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ (الشعرا : 28)

''وہی ہے مشرق ومغرب کا رب۔''

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ (الرحمٰن : 13)

''(وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا۔''

﴿رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾ (المعارج 40)

''مشرقوں اور مغربوں کے رب کی۔''

پس قرآن میں شک کیا اور بولے کہ یہ کس طرح محکم کلام ہوسکتا ہے؟

جہاں تک یہ قول ہے:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾

تو یہ اس دن کا مشرق مغرب ہے جس میں رات اور دن برابر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے مشرق اور مغرب کی قسم اٹھائی۔

اور جہاں تک یہ قول ہے:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ (الرحمٰن : 17)

تو یہ سال کا جو بڑا دن ہوتا ہے،اس کا مشرق اور مغرب اور سال کا سب سے چھوٹے دن کا مشرق اور مغرب،تو اللہ نے دومشرقوں اور مغربوں کی قسم اٹھائی۔

اور جہاں تک یہ قول ہے:بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ۔

تو یہ پورے سال کے مشرق اور مغرب(یعنی سال کے ہر دن میں سورج نئی جگہ سے

طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ پر غروب ہوتا ہے)

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ میں تشکیک:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ (الحج : 47)

''آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔''

اور دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾ (السجده : 5)

''ہاں البتہ آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔''

اور تیسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍo فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا﴾ (المعارج : 4، 5)

''جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔''

تو جہمیہ نے کہا کہ یہ کس طرح محکم کلام ہوسکتا ہے۔ جس کی بعض آیت بعض سے ٹکراتی ہیں؟

جہاں تک فرمان باری تعالیٰ ہے ہے:

﴿ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾

''تو یہ ان ایام سے ہے کہ جن میں اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہر دن

ہزار سال کے برابر ہے۔‘‘

اور جو دوسرا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ﴾

تو یہ اس حساب سے کہ جبریل نبی ﷺ پر ایک دن میں نازل ہوتے تھے، اور آسمان کی طرف چڑھتے تھے جس کی مقدار 1000 سال ہے یہ اس طرح ہے کہ آسمان سے زمین کا فاصلہ 500 سال ہے اور زمین سے آسمان کی طرف چڑھنا 500 سال میں ہوتا ہے تو ہزار سال بن گئے (یعنی انسان کے لیے یہ سفر 1000 سال کا ہے اور جبریل اللہ کی قدرت سے ایک لمحے میں یہ سفر کرتے تھے)

اور جہاں تک یہ ارشاد بارتی تعالیٰ ہے:

﴿إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾

اگر مخلوق کا حساب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سونپا جائے تو اس سے وہ (50000) پچاس ہزار سال میں فارغ نہیں ہوگا اور اللہ اس سے دنیاوی دن کے آدھے حصے میں فارغ ہوتا ہے۔(اللہ اکبر)

اس لیے اللہ تعالیٰ جب مخلوق کا حساب لے گا تو اس طرح فرمایا: وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ (اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے، الانبیاء 474) یعنی جلد حساب کرنے والا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا۔

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ○ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ○﴾ (الانعام: 22، 23)

’’اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں

گے، پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے، کہاں گئے؟ پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ اللہ کی قسم اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔''

یعنی جہنمی انکار کریں گے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ اور دوسری آیت میں ہے:

﴿وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا﴾ (النساء : 42)

''اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے''

پس قرآن میں شک کیا اور یہ گمان کیا کہ قرآن متناقض ہے۔

جہاں تک یہ قول ہے: ﴿وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾

تو اس کا مطلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل توحید سے درگزر کرے گا تو مشرک ایک دوسرے سے کہیں گے کہ جب ہم سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو ہم جواب دیں گے کہ ہم مشرک نہیں تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے بتوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا:

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ﴾

(القصص : 62)

''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے کہاں ہیں؟''

اللہ فرماتا ہے:

﴿ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾

(الانعام : 23)

''پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ اللہ کی قسم اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔''

جب مشرکین شرک کو چھپائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا۔ اور اعضاء کو حکم کرے گا تو وہ بولیں گے۔ اس لیے اللہ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (يٰس : 65)

''ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔''

تو گواہی کے وقت اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے گواہی لے گا تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَة میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ﴾ (الروم : 55)

''اور جس دن قیامت برپا ہو جائے گی گناہ گار لوگ قسمیں کھائیں گے کہ (دنیا میں) ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔''

اور کہا:

﴿يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا﴾ (طه : 103)

''وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو (دنیا میں) صرف دس دن ہی رہے۔''

اور کہا:

﴿إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا﴾ (طه : 104)

''کہ تمہارا رہنا صرف ایک دن ہے''

اور کہا:

﴿وَتَظُنُّونَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (الاسراء : 52)

''کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہے۔''

جہاں تک یہ قول ہے:

"يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا"

اس وجہ سے قرآن میں شک کیا۔

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا کی تفسیر یہ ہے ''تو یہ حال اس وقت ہوگا جب یہ قبروں سے نکلیں گے تو یہ اس لوٹانے کو دیکھیں گے جس کو یہ لوگ جھوٹ سمجھتے تھے ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم قبروں میں صرف دس رات تک رہے یہ لوگ دس رات کو زیادہ خیال کریں گے تو بولیں گے کہ ہم تو صرف ایک دن تک قبروں میں ٹھہرے پھر یہ ایک دن کو بھی زیادہ تصور کریں گے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف دن کی ایک گھڑی کے برابر قبروں میں رہے۔

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (المائدہ)

''جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب ملا تھا؟''

اور پھر دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَيَقُولُ: الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ﴾ (ہود: 18)

''اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا۔''

جہمیہ نے کہا: یہ کس طرح ہوگا کہ ایک جگہ کہیں گے کہ ہم کو علم نہیں ہے، اور دوسری جگہ

ان کے بارے میں یہ خبر ہے وہ کہیں گے:

﴿ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا۔''

پس گمان کیا کہ قرآن میں تناقض ہے۔

جہاں تک یہ قول ہے:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴾

یہ ان سے جہنم کے شوروغل کے دوران پوچھا جائے گا۔

توحید کے بارے میں آپ کی کس طرح اطاعت ہوئی تھی۔تو جہنم کی چیخ و پکار کی وجہ سے ان (رسولوں) کی عقل کام نہیں کرے گی۔تو کہیں گے:

﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾

''کہ ہم کو کچھ خبر نہیں''

پھر(کچھ وقت کے بعد مطمئن ہوکر) ان کی عقلیں کام کرنا شروع کریں گے تو جواب دیں گے۔

﴿ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ ﴾ (ھود : 18)

''یہ وہ لوگ ہے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا۔''

تو یہ تفسیر تھی جسمیں زنادقہ نے شک کیا۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا۔

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ o إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القيامة : 22، 23)

''اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے،اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''

پھر دوسری آیت میں فرمایا:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

(الانعام : 103)

''اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔''

جہمیہ بولے یہ کیسے ہوگا۔ ایک جگہ خبر دی جارہی ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہونگے اور دوسری جگہ آیت میں ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾

''اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی۔''

پس قرآن میں شک کیا اور یہ گمان کیا کہ یہ باہم متناقض ہے۔

جہاں تک یہ قول ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ﴾

تو اس کا معنی یہ ہے کہ خوبصورت ہوں گے اور سفید ہوں گے۔

جہاں تک یہ قول ہے:

﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

''یعنی اپنے رب کا دیدار جنت میں کریں گے۔''

جہاں تک یہ قول ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ تو اس کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتا صرف آخرت میں دیدار ہو سکے گا۔

اس لیے تو یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا:

﴿أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ﴾ (النساء : 153)

''ہمیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دکھا دے، پس ان کے اس ظلم کے باعث ان پر کڑاکے کی بجلی آ پڑی۔''

پس ان کے اس مطالبہ کی وجہ سے وہ مر گئے اور عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

اس طرح کا مطالبہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کیا جب قریش نے یہ مطالبہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اللہ نے فرمایا:

﴿أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْئَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسى مِنْ قَبْلُ﴾

''کیا تم اپنے رسول سے یہی پوچھنا چاہتے ہو جو اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا؟''

جس وقت یہ مطالبہ کیا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ یعنی دنیا میں اللہ تعالی کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کو (مومنین) دیکھیں گے۔

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ میں تشکیک:

زنادقہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شک کیا:

﴿سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الاعراف: 143)

''بے شک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔''

جہاں تک یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو قرآن میں ذکر ہوا ہے ﴿سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِين﴾

اور جادوگروں نے کہا:

﴿إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(الشعراء: 51)

''اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے گا۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ o لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

(الانعام: 162، 163)

''آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

جہمیہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کس طرح کہا:

''أَوَّلُ الْمُؤْمِنِين''

جب کہ ان سے پہلے ابراھیم، یعقوب اور اسحاق علیہم السلام تھے (یعنی یہ سب مومن تھے) تو موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ کس طرح جائز ہوا کہ پہلا مومن ہونے کا دعوی کریں۔ اور جادوگروں نے بھی دعوی کیا کہ ہم پہلے مومنین ہیں اور نبی ﷺ کے لیے یہ کس طرح جائز ہے کہ پہلا مسلمان ہونے کا دعوی کریں اور یقیناً نبی ﷺ سے پہلے بہت سے مسلمان لوگ گزرے ہیں۔ مثال کے طور پر عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے صحیح پیروکار۔

پس قرآن میں شک کیا کہ یہ متناقض ہے

جہاں تک موسیٰ علیہ سلام کا دعوی ہے۔

''أَوَّلُ الْمُؤْمِنِين''

تو یہ بات اس وقت کہی تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے رب میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اللہ نے جواب دیا آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے یعنی جب تک انسان زندہ ہوتا ہے وہ رب کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتا یعنی میں سب سے پہلے اس بات پر ایمان والوں سے ہوں کہ دنیا میں آپ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

اور جہاں تک یہ قول ہے (أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ) یعنی مصر کے لوگوں میں موسیٰ علیہ السلام کے ہم پہلے تصدیق کنندہ ہیں۔

اور جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۔یعنی اہل مکہ میں پہلا مسلمان ہوں۔

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ میں تشکیک:

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ''فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔''

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾ (المائدہ : 115)

''تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔''

اور ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء : 145)

''منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے۔''

پس قرآن میں شک کیا۔اور کہا کہ اس کی آیات ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ تو اس کا معنی ہے سخت عذاب والی منزل جس میں وہ ہوں گے۔اور جہاں تک قول ﴿ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾ ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں تبدیل کر کے خنزیر بنا دیا اور ان کو مسخ کا عذاب دیا جو اس سے پہلے یہود کے سوا کسی کو نہیں دیا گیا۔

اور جہاں تک قول ہے: ﴿فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴾ اس کی تشریح یہ ہے کہ جہنم کی سات منزلیں ہیں۔ جهنم ، لظى ، حطمة ،

سقر ، سعید ، جهیم اور ھاویہ اور وہ ان میں سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيع میں تشکیک:

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلاَّ مِنْ ضَرِيعٍ﴾ (الغاشیہ : 6)

''ان کے لیے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانے کو نہ ہوگا۔''

پھر کہا:

﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ o طَعَامُ الْأَثِيمِ﴾ (الدخان : 43، 44)

''(بیشک زقوم (تھوہر) کا درخت، گناہ گار کا کھانا ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے لیے بغیر کانٹوں کے کھانہ ہوگا۔(یعنی ایک جگہ کانٹے دار کھانے کا ذکر ہے اور دوسری جگہ بغیر کانٹوں والی کھانے کا ذکر ہے)

تو قرآن میں شک کیا اور یہ خیال کیا کہ یہ متناقض ہے۔

جہاں تک یہ قول ہے: ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلاَّ مِنْ ضَرِيعٍ﴾ اللہ فرماتا ہے اس جگہ میں ان کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا سوائے کانٹوں کے ۔جبکہ زقوم کا درخت اس کے علاوہ دوسری جگہ میں کھائیں گے۔زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہے۔(یعنی دو مختلف جگہوں میں مختلف کھانا ہوگا)

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لا مَوْلَى لَهُمْ میں تشکیک:

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ﴾

(محمد : 11)

''وہ اس لیے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لئے کہ کافروں

کا کوئی کارساز نہیں۔‘‘

پھر دوسری آیت میں فرمایا:

﴿ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ﴾ (الانعام: 62)

’’پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لوٹائے جائیں گے۔‘‘

تو جہمیوں نے کہا: یہ کس طرح محکم کلام سے ہوسکتا ہے؟ خبر دی کہ جو ایمان لے آیا اللہ تعالیٰ اس کا کارساز ہے۔اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

پھر فرمایا:

﴿ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ﴾

’’پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لوٹائے جائیں گے۔‘‘

(یعنی دوسری آیت میں کفار کے لیے بھی مولا ثابت ہے جبکہ پہلی آیت میں کفار کے لیے مولا ثابت نہیں ہے)

پس انہوں نے قرآن میں شک کیا۔

جہاں تک یہ قول ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا﴾

اللہ فرماتا ہے: اللہ تعالی ایمان لانے والوں کا مددگار ہے۔

﴿وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُ﴾ اللہ فرماتا ہے: کافروں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اور ﴿ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِ﴾ اس وجہ سے کہ دنیا میں باطل رب بھی ہوتے ہیں۔

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ میں تشکیک:

اور اللہ کا یہ قول:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

’’یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔‘‘

اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ (الجن : 15)

''اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

تو جہمیوں نے کہا کہ یہ کس طرح محکم کلام سے ہوسکتا ہے؟

جہاں تک یہ قول ہے: ﴿وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ یعنی مشرکین جو اللہ کے لیے مخلوق کو برابر کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں۔(جہمیہ نے لفظ ''قاسط'' سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی)

اور جہاں تک یہ قول ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے درمیان اور لوگوں میں انصاف کرو۔اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اور ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ﴾ (النحل : 60)

''کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے۔''

یعنی وہ شرک کرتے ہیں۔

تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ میں تشکیک:

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (التوبة : 71)

''مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہیں۔''

اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ

يُهَاجِرُوا﴾ (الانفال : 72)

''اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔''

تو جو لوگ قرآن کے معنی کو نہیں سمجھتے تو ان کو قرآن میں ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک قول ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ یعنی میراث: اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا جب انہوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی کہ ہجرت کئے بغیر ان کا میراث میں حصہ نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی مدینہ میں مر جائے جو نبی ﷺ کے ساتھ مہاجر ہو اور ان کے عزیز وعیال مکہ میں ہوں اور انھوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی ہے۔ تو مکہ میں پیچھے رہنے والے مہاجر کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اگر ایک آدمی مکہ میں فوت ہو جائے اور اس کا ولی نبی ﷺ کے ساتھ مدینے میں مہاجر ہے۔ تو مہاجر وارث نہیں بن سکتا۔ اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا﴾

اور جہاں تک یہ قول ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ یعنی دین میں ایک مومن دوسرے مومن سے دوستی رکھتا ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ میں تشکیک:

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ابلیس کے بارے میں ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ ''میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔'' (الحجر : 42)

اور موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک بندے کو مارا تو یہ کہا:

﴿قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ (القصص : 15)

''موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے۔''

(یعنی جہمیہ ان آیات سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ اللہ شیطان کو فرماتا ہے کہ میرے بندوں پر آپ کا بس نہیں چلے گا اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ

شیطان کی کارستانی ہے جب اس نے ایک آدمی کو مکا مار کر قتل کر ڈالا۔)

پس جہمیوں نے قرآن میں شک کیا کہ یہ متناقض ہے۔

جہاں تک یہ قول ہے: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾

تو اس کا معنی ہے کہ وہ بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کے لیے خالص کیا ہے۔ ان پر شیطان کا بس نہ چلے گا کہ ان کو دین سے گمراہ کر دے یا اپنے رب کی عبادت سے گمراہ کر دے۔ البتہ شیطان ان کو بعض گناہوں میں مبتلا کر دے گا جہاں تک شرک ہے تو ابلیس کو یہ قدرت حاصل نہ ہوگی کہ ان کو ان کے دین سے گمراہ کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کے لیے چنا ہے۔

اور جہاں تک موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: ﴿قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾

اسکا مطلب ہے کہ اس عمل کو شیطان نے مزین کیا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے لیے مزین کیا تھا اور آدم اور حواء کے لیے، اس کے باوجود وہ اللہ کے مخلص بندے تھے۔ تو یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا میں تشکیک:

اور جہاں تک کفار کا قول ہے:

﴿الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا﴾ (طٰه : 34)

''آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اپنے اس دن سے ملنے کو بھلا دیا تھا۔''

اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى﴾ (طٰهٰ : 52)

''نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

پس قرآن میں شک کیا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم آپ

کو آگ میں چھوڑتے ہیں ﴿كَمَا نَسِيتُمْ﴾ کا معنی ہے۔ کہ جس طرح آپ نے عمل اس ملاقات کے لیے چھوڑا تھا۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى﴾ تو اللہ تعالیٰ اس میں فرماتا ہے کہ اس کے حافظے سے کوئی چیز نہیں نکلتی نہ وہ بھول جاتا ہے۔

وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى میں تشکیک:

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾ ''اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔'' ﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا﴾ ''وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا تھا۔'' (طه : 124، 125)

اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ (ق : 22)

''پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔''

تو جہمیہ نے کہا یہ کس طرح محکم کلام ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے کہ وہ اندھا ہوگا اور پھر دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾

پس جہمیہ نے قرآن میں شک کیا۔

جہاں تک یہ قول ہے: ﴿وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾ تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے پاس دلیل نہیں ہوگی۔ جس کے جواب میں کافر کہے گا ﴿لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى﴾ یعنی میری دلیل سے مجھے کیوں اندھا اٹھایا اور ﴿وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا﴾ اور اسی دلیل کے ذریعے میں لڑتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ﴾ (ان پر اس دن کی خبریں غائب ہو جائیں گی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا مطلب ''حجتیں'' ہیں۔

﴿فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ﴾ (القصص : 66)

''اور ایک دوسرے سے سوال تک نہ کریں گے۔''

اور جہاں تک یہ قول ہے: ﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ تو جب کافر اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اور اس کی آنکھیں نہیں ہلیں گی جب تک دوبارہ زندہ ہونے کی وہ باتیں جس کو یہ جھٹلاتا تھا دیکھ نہ لے اس لیے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ﴾ نظر تیز ہو جائے گی یہاں تک بعث کی وہ باتیں جس کو یہ جھٹلاتا تھا، دیکھ نہ لیں۔

یہ تفسیر تھی جس میں زنادقہ نے شک کیا۔

إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى میں تشکیک:

اور جہاں تک موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى﴾ (طه : 46)

''میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔''

اور دوسری آیت میں فرماتا ہے:

﴿ إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ﴾ (الشعراء : 15)

''ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں۔''

تو جہمیہ نے کہا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ کہا (میں آپ دونوں کے ساتھ ہوں) اور دوسری آیت میں فرمایا: (میں آپ کے ساتھ ہوں اور سنتا ہوں) تو اسی وجہ سے قرآن میں شک کیا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا قول ہے (میں آپ دونوں کے ساتھ ہوں۔) تو یہ لغت میں مجاز کے معنی میں ہے مثلا ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہتا ہے ہم آپ پر آپ کا رزق جاری کر دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم آپکے ساتھ نیکی کریں گے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى﴾ تو یہ لغت میں جائز ہے مثلا ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے میں آپ کو اجرت (مزدوری) میں آپکا رزق دوں گا یا میں آپ کے ساتھ بھلائی

کروں گا۔

(تو یہ الفاظ بھی مجاز کے معنی میں ہیں)

سمنیہ اور جہم کے درمیان مناظرہ:

امام احمد نے فرمایا: جہم اور اس کے ساتھی قرآن وحدیث کے متشابہات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے جو خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے کلام سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔

پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے دشمن جہم کے دین کی خبر پہنچی وہ خراسان میں ترمذ علاقے سے تعلق رکھتا تھا اور صاحبِ کلام (یعنی عقائد میں بہت بحث کرنے والا) اور جھگڑالو آدمی تھا اس کا زیادہ تر کلام اللہ کی ذات کے بارے میں ہوتا۔

مشرکین کے کچھ لوگ جن کو السمنیہ کہا جاتا تھا جہم سے ملے۔تو جہم کو پہچان لیا۔تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے بحث کرتے ہیں اگر ہماری دلیل آپ پر غالب ہوگئی تو آپ ہمارے دین میں داخل ہوں گے۔اور اگر آپ کی دلیل ہم پر غالب ہوئی تو ہم آپ کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔پس جہم سے گفتگو شروع ہوئی۔

سمنیہ نے کہا: کیا آپ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کا رب ہے؟

جہم نے کہا: ہاں

سمنیہ نے : کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟

جہم نے کہا: نہیں۔

سمنیہ نے کہا: کیا آپ نے اس کا کلام سنا ہے؟

جہم نے کہا: ”نہیں“

سمنیہ نے کہا: کیا آپ نے اس کی کوئی بو محسوس کی ہے؟

جہم نے کہا: ”نہیں“

سمنیہ نے کہا: کیا آپ نے اسکو محسوس کیا ہے۔؟

جہم نے کہا: نہیں۔

سمنیہ نے کہا: کیا آپ نے اس کو چھولیا ہے؟

جہم نے کہا: نہیں

سمنیہ نے کہا: پھر آپ کو کیسے معلوم ہے کہ وہ رب ہے؟

تو جہم حیران رہ گیا۔ پھر 40 چالیس دن تک تردد اور شک میں رہا کہ کس کی عبادت کرے؟

پھر جہم نے زندیق نصاریٰ کی طرح ایک دلیل کو دریافت کیا۔ اور جس طرح زندیق نصاریٰ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام میں جو روح تھی وہ اللہ تعالیٰ کی روح تھی، یعنی اللہ کی ذات ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اپنی بعض مخلوق میں داخل ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کی زبان پر کلام کرتا ہے تو جو حکم چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اس سے منع کرتا ہے تو اس دلیل کی طرح جہم نے دلیل معلوم کی۔

تو سمنیہ سے کہا: کیا آپ یہ یقین نہیں رکھتے کہ آپ کے اندر روح ہے؟

جہم نے کہا: ہاں۔

جہم نے کہا: کیا آپ نے اپنی روح کو دیکھا ہے؟

سمنیہ نے کہا: نہیں۔

جہم نے کہا: کیا آپ نے اس کا کلام سنا ہے؟

سمنیہ نے کہا: نہیں۔

جہم نے کہا: کیا آپ نے اس کو محسوس یا چھولیا ہے؟

سمنیہ نے کہا: نہیں۔

جہم نے کہا: تو اسی طرح اللہ تعالیٰ ہے۔ نہ اسکا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ نہ اس کی آواز کو سنا جا سکتا ہے نہ اس کی بو کو سونگھا جا سکتا ہے اور نظروں سے غائب ہوتا ہے اور نہ ایسا ہے کہ ایک مکاں میں ہے اور دوسرے مکاں میں نہیں۔

جہمیہ کے تین دلائل:

اور قرآن کے تین متشابہہ آیات لیں۔

ا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ : 11) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔''

۲: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾ (الانعام : 3)

''اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔''

۳: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الانعام : 103)

''اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے۔''

اور اپنے کلام (دین) کی اصل ان تین آیات پر استوار کی۔ قرآن کی غلط تاویل کی، احادیث رسول کی تکذیب کی، اور یہ عقیدہ رکھا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے وہ صفات ثابت کرے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں تو کافر ہے اور مشبہہ سے ہے۔

اس نے اپنے کلام سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، (امام) ابوحنیفہ کے بعض ساتھیوں اور بصرہ میں عمرو بن عبید کے بہت سے ساتھیوں نے جہم کی پیروی کی۔

جب لوگوں نے جہم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟

جہمیہ کہتے ہیں: اشیاء میں کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہ ساتویں زمین کے نیچے اس طرح ہے جس طرح عرش پر ہے، اس سے کوئی جگہ خالی نہیں اور نہ ایسا ہے کہ ایک مکان میں ہے اور دوسرے میں نہیں ہے۔ نہ کبھی کلام کیا ہے اور نہ کرتا ہے اور دنیا میں اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا اور نہ آخرت میں، اور اس کو کسی صفت یا فعل سے موصوف نہیں کیا جاسکتا، اور نہ اس کے لیے کوئی مقصد ہے اور نہ اس کے لیے کوئی انتہا ہے اور نہ عقل سے اس کا استدراک کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ سارا چہرہ ہے اور وہ سارا علم ہے اور وہ سارا نظر ہے، وہ سارا نور ہے، وہ سارا قدرت ہے، اور دو مختلف چیزیں اسمیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں اور نہ دو متضاد صفتوں سے اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا جاسکتا ہے، اور اسکے لیے بلندی ہے اور اسکے لیے گہرائی ہے، اور اسکے لیے

اطراف اور جوانب نہیں ہیں اور نہ اسکے لیے دایاں اور نہ بایاں ہے اور نہ وہ بھاری ہے اور نہ ہلکا، نہ اس کا رنگ ہے اور نہ اسکا جسم، نہ معلوم ہے اور نہ مجہول ہے، اور جب بھی آپکے دل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق خیال گزرتا ہے کہ وہ ایک چیز ہے جو آپ جان سکیں تو وہ (اللہ تعالی) اس کے خلاف ہوگا۔

امام احمد نے فرمایا: ہم نے کہا وہ ایک چیز تو ہے؟

جہمیہ نے کہا: وہ ایک چیز ہے مگر اشیاء کی طرح نہیں۔

ہم نے کہا: جب کوئی چیز اشیاء کی طرح نہیں ہوتی تو اہل عقل نے یہ جان لیا ہے کہ پھر وہ چیز نہیں ہوتی۔

اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ جہمیہ کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے (یعنی معدوم کی پوجا کرتے ہیں)

تو یہ جہمیہ اپنے آپ سے وہ قباحت جس کا اعلانیہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ دفع کرتے ہیں۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ کس چیز کی عبادت کرتے ہیں؟ جہمیہ نے کہا: ہم اس ذات کی عبادت کرتے ہیں جو اپنی مخلوق کی تدبیر کرتا ہے۔ ہم نے کہا: وہ ذات جو مخلوق کی تدبیر کرتا ہے وہ مجہول ہے اور اس کو کسی صفت سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔

جہمیہ نے کہا: ہاں۔

ہم نے کہا: یقیناً مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ آپ کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے اور آپ صرف وہ قباحت جو آپ سے ظاہر ہوتی ہے وہ دفع کرتے ہیں (یعنی غلط عقائد رکھنے پر مسلمان ان سے نفرت کرتے ہیں تو یہ مختلف باتوں سے یہ نفرت دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں)

ہم نے ان سے کہا: وہ ذات جو تدبیر کرتا ہے۔ وہ ذات جس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا؟

جہمیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کلام نہیں کیا ہے اور نہ کرتا ہے، کیونکہ کلام جوارح (منہ، زبان) کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور جوارح (اعضاء) اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں۔

جب جاہل نے ان کی باتوں کو سنا تو یہ گمان کیا کہ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تعظیم

کرنے والے ہیں اور ان (جاہلوں) کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ انہوں نے اپنے قول سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور نہ یہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے قول کی وجہ سے گمراہی اور کفر کی طرف جاتے ہیں۔

(امام احمد نے کہا:)

جہمی سے جس چیز کے متعلق پوچھا جائے گا وہ یہ کہ اس کو کہا جائے گا کیا آپ کو قرآن میں ایسی کوئی آیت معلوم ہے کہ جس میں یہ خبر ہو کہ قرآن مخلوق ہے؟

پس اس کو نہیں ملتا، پھر اس سے کہو: سنت میں ہے وہ نہیں پائے گا پھر اس سے کہو کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟

تو (جہمی) کہے گا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ (ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے) (الزخرف: 13)

اور یہ گمان کیا کہ جَعَلَ کا معنی خَلَقَ ہے (یعنی پیدا کرنا)۔ پس ہر مجعول، وہ مخلوق ہے۔

تو متشابہ آیت سے دعویٰ کیا اور اس کو بطور دلیل پکڑا تا کہ اللہ کے اس نزول میں الحاد پیدا کریں۔ اور اس کی تشریح میں فتنہ پیدا کریں۔

قرآن میں "جَعَلَ" مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہ دو معنوں کے اعتبار سے مخلوق میں سے ہیں۔

(۱)...... ایک نام رکھنے کے اعتبار سے (جَعَلَ کا معنی ہوگا۔ نام دیا۔)

(۲)...... دوسرا معنی مخلوق فعل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾

''جنہوں نے اس کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔''

(قریش نے) کہا یہ شعر ہے، گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور برے خواب ہیں، تو یہ معنی نام کے اعتبار سے ہے (یعنی یہ نام قرآن کے لیے رکھ دیا) اور فرمایا:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا﴾ (الزخرف : 19)

''اورانہوں نے فرشتوں کو جورحمٰن کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا)۔''

یعنی انہوں نے فرشتوں کو(عورتوں) کا نام دیا۔

پھر جَعَلَ کا ذکر دوسرے معنی میں استعمال ہوا یعنی فَعَلَ کے اعتبار سے ہوا۔جیسا کے فرمایا:﴿يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ﴾ (اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔(البقرہ 19) تو یہ معنی مخلوق کے افعال سے فعل کے اعتبار سے ہے۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:﴿حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا﴾ ''تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ((الکھف : 96) یعنی جَعَلَ کا معنی یہاں فَعَلَ ہے۔تو یہ مخلوق کی جَعَلَ ہے۔(یعنی مخلوق کا بنانا) پھر جَعَلَ کو اللہ نے خَلَقَ (پیدا کرنا) کے معنی میں استعمال کیا۔اور جَعَلَ کو خَلَقَ کے معنی میں نہیں بھی استعمال کیا۔

جہاں اللہ نے جعل کو خلق کے معنی میں ذکر کیا ہے وہاں خلق ہی مراد ہوتا ہے اور لفظ خلق کا ہی قائم مقام ہوتا ہے۔اور خلق کا معنی اس سے زائل نہیں ہوتا۔جب کہ جہاں جعل کا معنی غیر خلق ہے وہاں نہ تو یہ خلق کا قائم مقام ہے اور نہ ہی اس سے غیر خلق کا معنی زائل ہوتا ہے ،جہاں جعل خلق کے معنی میں ہے وہ یہ آیت ہے:﴿الحمدلله الذى خلق السموات والارض وجعل الظلمت والنور﴾،یہاں معنی ہے خلق الظلمت والنور۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾،اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو(

یعنی اللہ فرماتا ہے آپ کے لیے آنکھ اور کان پیدا کیے۔

اور اللہ نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ﴾ ''ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی نشانیاں بنائی ہیں۔(الاسراء : 12)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿خلقنا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ﴾ ''ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی نشانیاں پیدا کی۔''

اورفرمایا: ﴿وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ ''اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے۔''
(نوح 16)

اورفرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔'' (الاعراف 189) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم سے حواء کو پیدا کیا۔

اورفرمایا: ﴿وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور اس کے لیے پہاڑ بنائے۔'' (النحل: 16)
(ان پانچ آیتوں میں جعل کا معنی ''پیدا کرنا'' ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہاڑ پیدا کیے اور اس کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں پس قرآن میں جہاں بھی اس طرح کا (جعل) آئے گا تو اس کا معنی خلق (پیدا کرنے کا) ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو۔'' (المائدہ: 103) یہاں یہ معنی نہ ہوگا کہ ﴿ما خلق اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ﴾ یعنی میں نے بحیرہ اور سائبہ پیدا نہیں کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا: ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ ''میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔'' (البقرہ: 124) یہاں اس کا معنی یہ نہ ہوگا کہ: ﴿انی خالقك للناس امام﴾ ''میں آپ کو لوگوں کے لیے بحیثیت امام پیدا کرتا ہوں۔'' کیونکہ ابراہیم علیہ السلام پہلے پیدا ہوئے تھے (اور امام بعد میں بنایا گیا)۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا﴾ ''اے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا۔'' (ابراھیم: 35) اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾ ''اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی۔'' (ابراھیم: 40) یہاں اس کا معنی یہ نہیں کہ مجھے نماز قائم کرنے والا پیدا کر (بلکہ یہاں ابراہیم علیہ السلام کی مراد ہے کہ ہمیں نمازی بنا دے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے لئے آخرت کا کوئی

حصہ عطا نہ کرے۔'' (آل عمران : 176) یہاں یہ معنی نہیں ہے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَخلق لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ﴾ ''یعنی اللہ کا ارادہ ہے کہ ان کے لیے آخرت میں حصہ پیدا کر دے۔'' بلکہ یہاں معنی مقرر کرنا یا عطا کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے کہا: ﴿إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ ''ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں۔'' (القصص : 7) یعنی یہ معنی نہیں ہے کہ ہم اس کو پیغمبروں میں سے پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ امِ موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو واپس اس کو لوٹائے گا، پھر اس کے بعد اس کو نبی بنائے گا۔

اور فرمایا: ﴿وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ﴾ ''اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے، پس ان سب کو اکھٹا ڈھیر کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے۔'' (الانفال : 35) یہاں یہ معنی نہیں کہ اس کو جہنم میں پیدا کرتا ہوں۔ بلکہ یہاں معنی ڈالنا ہوگا۔ اور فرمایا: ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾ ''پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انہیں کو پیشوا اور (زمین) کا وارث بنائیں۔'' (القصص : 5) یہاں یہ معنی نہیں کہ...... (کہ ہم ان کو امام اور وارث پیدا کرتے ہیں بلکہ یہاں پیدا کرنا نہیں بلکہ بنانا ہوگا۔

اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا﴾ ''پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔'' (الاعراف : 143) تو اس کا معنی یہ نہیں ہے (چورا پیدا کیا) بلکہ یہاں معنی چورا کر دیا۔

اس کی مثالیں قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔

پس یہ اور اس جیسی دوسری مثالوں کا معنی (خلق) نہیں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب جَعَلَ زیادہ معنوں میں استعمال کیا۔ یعنی خلق کے معنی میں بھی استعمال کیا اور خلق کے علاوہ اور معنی میں بھی استعمال کیا تو جہمی نے کس دلیل کی بنیاد پر جعل کا معنی صرف خلق (پیدا کرنے

کے)معنی میں استعمال کیا؟ (یعنی ایک لفظ کے بہت سے معنی ہیں اور آپ صرف ایک معنی میں استعمال کرتے ہیں آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟)

اگر جہمی جَعَلَ کا وہ معنی کرے جو اللہ نے بیان کیا ہے (تو صحیح ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ معنی بیان نہ کرے تو ان کی مثال ان لوگوں (یعنی یہود) کی ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں اور سمجھنے کے بعد تحریف کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ ''ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے۔'' (الزحرف: 3) کہتا ہے اس کو عربی بنایا یہاں جَعَلَ بمعنی فَعَلَ کے آیا ہے۔۔ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فَعَلَ اور خَلَقَ کے معنی پر نہیں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ''ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے کہ تم سمجھ لو۔'' (الزخرف : 3)

اور فرمایا: ﴿لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ ''کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں۔'' ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾ ''صاف عربی زبان میں ہے''

اور فرمایا: ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ﴾ ''ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں بہت ہی آسان کر دیا ہے۔'' (مریم : 97، الدخان : 58)

پس جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عربی کا قرآن بنایا اور اپنے نبی ﷺ کی زبان پر آسان کر دیا تو یہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں ایک فعل ہے جس کے ذریعے قرآن کو عربی میں کر دیا (اور اس طرح معنی نہیں ہے جس طرح انھوں نے گمان کیا۔ ہم نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا۔ اور کہا گیا: ہم نے اس کی وضاحت کی۔

تو یہ بیان ہے اس کے لیے ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ ہدایت کا ارادہ کرے۔

پھر جہمی نے دوسرا دعویٰ کیا ہے۔ وہ بھی نہ ممکنات سے ہے۔ پس کہا: ہمیں قرآن کے متعلق خبر دو کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے یا اللہ تعالیٰ کا غیر ہے؟

پس قرآن کے متعلق ایک بات نکالی جس سے لوگوں کو وہم میں مبتلا کر دیا۔ پس جب

جاہل سے پوچھا جائے قرآن کے متعلق کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے یا اللہ تعالیٰ کا غیر؟ تو ضرور وہ ان دو اقوال میں سے ایک پر قول کرے گا۔

اگر کہا: کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو جہمی اس کو کہے گا کہ آپ نے کفر کیا۔ اور اگر کہا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا غیر ہے۔ تو جہمی کہے گا: آپ نے سچ کہا۔

تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ کا غیر مخلوق نہیں ہے؟

تو جاہل کے ذہن میں اس طرح وسوسہ ڈالتا ہے جس سے وہ جہمی کے قول کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور یہ مسئلہ جہمی کے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے۔ جہمی کو یہ جواب دیا جائے گا جب وہ سوال کرے کہ قرآن کے متعلق بتاؤ کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے یا اللہ تعالیٰ کا غیر؟

اس کو کہو: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسا نہیں فرمایا ہے کہ: ان القرآن انا' کہ قرآن میں ہوں۔ اور نہ یہ کہا: '' ان القرآن غیری '' کہ قرآن میرا غیر ہے۔ (یعنی قرآن مجھ سے نہیں) بلکہ فرمایا: (هو کلامی) یہ میرا کلام ہے۔ پس ہم قرآن کو وہ نام دیتے ہیں۔ جو نام اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

ہم نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ پس جس نے قرآن کو وہ نام دیا جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو وہ ہدایت یافتہ سے ہے۔ اور جس نے دوسرا نام قرآن کے لیے بولا تو وہ گمراہوں سے ہے۔

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اور خلق کے درمیان فرق کر دیا ہے۔ اور اس کو کبھی بھی اپنا قول نہیں کہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الاعراف : 54) آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

جب کہا: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ﴾ تو کوئی چیز مخلوق ہونے سے نہیں بچی مگر جو اس میں داخل تھا۔ (یعنی جو بھی اس میں داخل ہے وہ سب مخلوق ہیں) پھر وہ چیز ذکر کی جو مخلوق نہیں ہے۔ فرمایا: ﴿وَالْأَمْرُ﴾ یعنی اس کا حکم جو اس کا قول ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ﴾

''یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔'' ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ ''اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا یہ ہماری طرف سے امر یعنی حکم ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾ ''اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔''(الروم : 4) فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے لیے قول (امر) ہے خلق سے پہلے۔ اور خلق کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور حکم دیتا ہے اور اس کا قول اللہ تعالیٰ کے مخلوق کا غیر ہے۔

اور فرمایا: ﴿ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ﴾ ''یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے۔''(الطلاق : 5)

اور فرمایا: ﴿حَتَّى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنورابلنے لگا۔''

فرماتا ہے: بے شک ہمارا قول قرآن کے معاملے میں آیا۔ [1]

---

[1] امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی ایک دوسری کتاب میں قرآن کے کلام ہونے پر علمی بحث کی وہ پیش خدمت ہے:

میں حکم کرتا ہوں کہ آپ لوگ قرآن پر کسی چیز کو ترجیح نہ دیں۔قرآن اللہ کا کلام ہے جس چیز کے ذریعے اللہ نے کلام کیا وہ مخلوق نہیں ہے، جن الفاظ کے ذریعے قرون ماضیہ کی خبر دی ہے، وہ غیر مخلوق ہیں ،لوحِ محفوظ میں جو کچھ ہے وہ بھی غیر مخلوق ہے، جوشخص اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے،اور جو ایسے لوگوں کی تکفیر نہ کرے،وہ بھی کافر ہے۔

احادیث اور اقوال صحابہ وتابعین کا درجہ:

کتاب اللہ کے بعد دین و ایمان میں سنت رسول اللہ ﷺ ،احادیث نبویہ اور صحابہ وتابعین کا مرتبہ ہے ،انبیاء و رسل علیہم السلام کے بیانات کی تصدیق کرنا اور اتباع سنت کرنا سراسر نجات ہے، یہ باتیں اہل علم کے بڑے بڑے طبقے سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔

جہم بن صفون کے خیالات سے بچتے رہو، کیونکہ وہ دین میں رخنہ انداز ہے، ہمارے ائمہ کے بیان کے مطابق فرقہ جہمیہ کے تین گروہ ہیں ،ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مخلوق بھی ہے،دوسرا ⇦⇦⇦

⇦⇦⇦ گروہ کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مخلوق اور غیر مخلوق کے بارے میں خاموش ہیں، یہ ''واقفہ'' ہے، اور تیسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن پڑھنے میں جو ہمارے الفاظ ہیں، وہ مخلوق ہیں، یہ سارے کے سارے جہمیہ ہیں، اور علماء اس پر متفق ہیں کہ جس کا یہ قول ہو، اگر وہ اپنے قول سے توبہ نہ کرے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور نہ اس کے فیصلے قابلِ قبول ہیں۔ (مجموعه مقالا ت اصول السنه لامام احمد بن حنبل ص:۸۷۔۸۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ خلیفہ متوکل کو اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں:

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام حج میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو مخاطب کر کے فرماتے کہ کیا کوئی شخص اپنے قبیلہ کے پاس مجھے لے چلے گا کہ میں اسلام کی تبلیغ کر سکوں، قریش نے تو میرے رب کے کلام کی تبلیغ سے مجھے روک دیا ہے۔

(سنن الترمذی :مستدرك حاكم:ج۲ص۶۶۹)

سیدنا جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے رب تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ وہی چیز ہے جو اس سے نکلی ہے، یعنی قرآن۔

(سنن الترمذی :مستدرك حاكم ج۲ص۴۷۹ وقال الحاكم:صحيح الاسناد)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قرآن کو الگ لکھا کرو، اس میں کلام اللہ کے علاوہ کچھ نہ لکھو۔

(تفسير قرطبی ج۱ص۲۳ ، سير اعلام النبلاء ج۱۱ ص۲۸۴)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ قرآن کلام اللہ ہے، اسے اپنے مقام پر رکھو۔

(سير اعلام النبلاء: ج ۱۱ص۲۸۴)

ایک شخص نے حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا کہ اے ابوسعید! جس وقت میں اللہ کی کتاب پڑھتا ہوں اور اس میں غور کرتا ہوں، پھر اپنے عمل پر نظر کرتا ہوں تو میری تمام امیدیں منقطع معلوم ہونے لگتی ہیں۔ یہ سن کر امام حسن بصری نے فرمایا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، بنی آدم کے اعمال دن بدن کم اور ضعیف ہوتے جاتے ہیں تم عمل کیے جاؤ اور اچھی امید رکھو۔ (سير اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص۲۸۴)

فروہ بن نوفل اشجعی کا بیان ہے کہ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں میرا مکان تھا، ایک دن میں نماز کے بعد مسجد سے ان کے ہمراہ نکلا، میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا آپ نے فرمایا:

تم جس چیز سے اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہو کرو، البتہ اللہ کی قربت کے لیے اس کی محبوب ترین چیز اس کا کلام ہے۔ (سير اعلام النبلاء :ج ۱۱ ص ۲۸۴) ⇦⇦⇦

⇦⇦⇦ دین میں جھگڑے سے بچنا اور سنت سے محبت کرنا

ایک شخص نے حکم بن عتبہ سے پوچھا کہ دین میں بدعات پیدا کرنے والوں کو کس چیز نے اس حرکت پر آمادہ کیا، آپ نے فرمایا کہ باہمی خصومت اور جھگڑے اس کا سبب ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸٤)

معاویہ بن فروہ جن کے والد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے نے کہا کہ خبردار! ان جھگڑوں میں نہ پڑنا، کیونکہ یہ اعمال کو مٹا دیتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸٤)

ابوقلابہ کو کئی صحابہ سے شرف ملاقات ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نفس پرستوں اور جھگڑا کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو، مجھے ڈر ہے وہ لوگ تمہیں بھی گمراہی میں لے ڈوبیں گے، ورنہ کم از کم تمھاری جانی پہچانی حقیقت میں تو شک پیدا کر ہی دیں گے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸۵)

دو بدعتی محمد بن سیرین کے پاس آئے، اور انھوں نے کہا ابوبکر! ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں، آپ نے کہا کہ میرے سامنے تم لوگ حدیث بیان نہ کرو، اس پر انہوں نے کہا: اچھا قرآن کی ایک آیت آپ کو سنانا چاہتے ہیں، آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ تم لوگ میرے سامنے سے اٹھ جاؤ، ورنہ میں خود چلا جاؤں گا، یہ سن کر وہ دونوں چلے گئے، حاضرین درس میں سے ایک شخص نے امام ابن سیرین سے تعجب کرتے ہوئے سوال کیا کہ ابوبکر! آپ کے سامنے قرآن کی آیت پڑھنے میں کیا حرج تھا؟

آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف تھا کہ یہ دونوں کوئی آیت محرف کر کے پڑھ دیں گے اور وہ آیت اسی طرح میرے دل میں جم جائے گی۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸۵، شرح اصول الاعتقاد رقم:۲٤۲)

ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے ایک بدعتی نے کہا کہ ابوبکر! میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں، یہ سن کر آپ نے اپنا منہ موڑ لیا اور فرمایا: لا ولا نصف کلمہ۔ نہیں نہیں آدھی بات بھی نہیں کر سکتے ہو۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸۵)

امام ابن طاؤس نے ایک بار اپنے صاحبزادے کو ایک بدعتی سے کلام کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ بیٹے! اپنی انگلی اپنے کان میں ٹھونس لو، تا کہ اس کی بات نہ سن سکو، خوب ٹھونس لو، خوب ٹھونس لو۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸۵)

عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ جو آدمی اپنے دین کو جھگڑوں کا نشانا بناتا ہے، بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ (سنن الدارمی: ج ۱ ص ۱۰۲)

امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ خواہش نفس دل کی بدترین بیماری ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۲۸۵)

⇦⇦⇦

⇦⇦⇦ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے قراء کرام! تقویٰ کی زندگی اختیار کرو، اپنے سے پہلے لوگوں کی راہ پکڑو، اللہ کی قسم! اگر تم ان ہی کی راہ پر قائم رہو گے تو بہت آگے نکل جاؤ گے اور انہیں چھوڑ کر دائیں (بائیں) آثار اگرچہ سند کے ساتھ نہیں لکھے گئے مگر یہ سب صحیح ہیں، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ امیر المومنین کو معلوم ہے کہ میں نے احادیث بیان نہ کرنے کی قسم کھائی ہے، اسی بناء پر مذکورہ احادیث و آثار کے اسانید کا ذکر میں نے قصداً چھوڑ دیا ہے، اگرچہ یہ عذر نہ ہوتا تو ان تمام احادیث کو اس خط میں ان کی سند کے ساتھ بیان کر دیتا۔ پس یہ مذکورہ باتیں بے سروپا نہیں ہیں بلکہ صحیح مرویات ہیں اور ان کی اسانید موجود ہیں۔

قرآن حکیم کلام اللہ ہے، یہ امر ہے خلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وان احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع كلام الله﴾ ''اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو پناہ دے دو تا کہ وہ کلام اللہ سن لے۔'' (التوبہ:٦)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الا له الخلق والامر﴾ (الاعراف:٥٤) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے خلق قرآن کو بیان فرمایا ہے، اور اس کے بعد امر کہا ہے، یہاں اس کی خبر دی ہے کہ امر، خلق کے علاوہ چیز ہے۔

﴿الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان﴾ (الرحمن:١۔٤)

رحمٰن نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اسے بیان سکھایا۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ قرآن اللہ کے علم سے ہے۔

﴿ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم قل ان هدى الله هوا لهدى ولئن اتبعت اهواء هم بعد الذى جاء ك من العلم مالك من الله من ولى ولانصير﴾ (البقرة:١٢٠)

یہود و نصاریٰ اس وقت تک آپ سے راضی نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان کا طریقہ اختیار نہ کر لیں، آپ فرما دیجیے کہ اللہ کی ہدایت اصل ہدایت ہے، اگر آپ بالفرض ان کی خواہشوں کا اتباع کر لیں، آپ کے پاس علم آجانے کے بعد تو آپ کے لیے اللہ کی طرف سے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

﴿ولئن اتيت الذين ۔۔۔۔۔اذا لمن الظالمين﴾ (البقرة:١٤٥) اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام نشانیاں پیش کریں تب وہ آپ کے قبلہ کی طرف رخ نہیں کر سکتے، آپ ان کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں، اور خود اہل کتاب ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں، اگر آپ کے پاس علم آنے کے بعد ان کی خواہشوں کی اطاعت کریں گے، تو آپ اس وقت اپنے آپ پر زیادتی کریں گے۔

قرآن اللہ کے علم سے ہے، اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے، یعنی قرآن وہ علم ہے جیسا کہ اس آیت میں اس کی تصریح ہے۔ ﴿ولئن اتبعت ⇦⇦⇦

⇦⇦⇦ اهواء هم من بعد ماجاء ك من العلم انك اذا لمن الظالمين﴾ (البقرة:١٤٥)

قرآن غیر مخلوق ہے

ہم سے پہلے جو سلف صالحین گزر چکے ہیں ان میں سے متعدد حضرات سے یہی مروی ہے: القرآن کلام الله ولیس مخلوقا۔ (سیر اعلام النبلا:ج ١١ ص٢٨٦)

قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ مسئلہ (خلقِ) قرآن کے بارے میں میرا یہی مسلک ہے۔

باریکیوں میں نہ پڑنا بلکہ کتاب وسنت کی اتباع کرنا

میں متکلمین کی جماعت سے نہیں ہوں اور نہ میں علم کلام کے نقطہ نظر سے مذکورہ بالا باتوں کو دیکھتا ہوں ،میری گفتگو صرف کتاب اللہ ،سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعین کے اقوال وآثار کی حدود میں ہوتی ہے ،ان کے علاوہ کلام کرنا میرے نزدیک نا مناسب ہے۔

(مجموعہ مقالات اصول السنہ لامام احمد بن حنبل ص:١٠٥۔١١١۔ط۔سلفی ریسرچ انسٹیٹیوٹ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اور اپنے خلق کے درمیان فصل کیا

جب اللہ تعالیٰ کسی ایک چیز کو دو اسموں یا تین اسموں سے پکارے تو وہ اسماء مرسل ہوتے ہیں، منفصل نہیں ہوتے۔ اور جب مختلف چیزوں کا ذکر کرتا ہے تو ان کو مرسل اسموں سے نہیں پکارتا جب تک اس کے درمیان فصل نہ کرے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا﴾ (یوسف : 78)

''انہوں نے کہا کہ اے عزیز مصر! اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں۔''

تو یہ چیز جس کو تین نام دیے گئے اور تینوں مرسل ہیں اور ایسا نہیں کہا، اِنَ لــــهُ ابـاً و شیخاً و کبیراً۔ (یعنی مرسل میں واوعطف نہیں رکھا)

اور فرمایا:

﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ﴾ (التحریم : 5)

''اگر وہ (پیغمبر) تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب! تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اللہ کے حضور جھکنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت بجا لانے والیاں، روزے رکھنے والیاں ہوں گی۔''

پھر کہا (ثَيِّبَـــاتٍ) تو یہ نام ایک ہی چیز کا نام ہے تو مرسل نہیں رکھا۔ لیکن جب مختلف

چیزوں کا تذکرہ کیا تو ان کے درمیان فصل کر دیا (یعنی واوعطف رکھ دیا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا(ثَیِّبَاتٍ) پھر کہا(وَأَبْکَارًا)۔

جب البکر (غیر شادی شدہ) ثَیِّبَاتٍ (شادی شدہ) کا غیر ہے۔تو اس کو بغیر فصل کے نہیں چھوڑا اس لیے اللہ نے وَأَبْکَارًا کہا ہے(یعنی واوعطف لے آئے)

اور کہا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى﴾ پھر کہا ﴿وَالْبَصِيرُ﴾ (فاطر : 19) جب دیکھنے والا اندھے کا غیر ہے تو دونوں کے درمیان فصل کی ۔(اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں)

پھر کہا: ﴿وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ﴾ ''اور نہ تاریکی اور روشنی'' ﴿وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ﴾ ''اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ''(فاطر : 20، 21) پس ان چیزوں میں جب ہر چیز دوسرے سے مختلف ہے تو اللہ تعالی نے ان کے درمیان فصل کیا۔

پھر کہا:

﴿الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ (الحشر : 23، 24)

''ادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور، اور بڑائی والا۔''

تو یہ تمام ایک ہی ذات کے نام ہیں اس لیے مرسل ہیں اور اللہ تعالی نے ان کے درمیان فصل نہیں کی اور اس طرح جب اللہ نے فرمایا: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ﴾ پھر کہا(وَالْأَمْرُ) تو یہ فصل اس لیے رکھا کہ خلق، امر کا غیر ہے۔

قرآن وحی ہے اور مخلوق نہیں ہے:

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ο مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ο وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ο إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ο﴾ (النجم : 1تا 4)

''قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ

ٹیڑھی راہ پر ہے۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

اور قریش نے کہا کہ یہ قرآن شعر ہے۔ کہا:

﴿إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ (الانعام : 25)

''یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں۔''

کہا:

﴿قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ﴾ (الانبیاء : 5)

''انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑاتے پریشان خواب ہیں۔''

کہا: (محمد ﷺ اس کو اپنی طرف سے بیان کرتا ہے)

کہا: (یہ کسی دوسرے سے سیکھتا ہے)

پس اللہ تعالیٰ نے ستارے کی قسم کھائی:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى﴾

''قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے یعنی (محمد ﷺ نے راستہ گم نہیں کیا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد اپنی طرف سے یہ قرآن بیان نہیں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے: ﴿ان هو﴾ یعنی قرآن تو صرف وحی ہے۔ (النجم : 4) پس اللہ تعالیٰ نے باطل کیا کہ قرآن وحی کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ﴿ان هو﴾ یعنی ما هو ﴿إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ یعنی صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ پھر کہا ﴿عَلَّمَهُ﴾ یعنی جبریل علیہ السلام نے محمد ﷺ کو قرآن سکھایا۔

اور وہ ﴿شَدِيدُ الْقُوَى﴾ ''اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے'' ﴿ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى﴾ ''جو زور آور ہے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا'' (النجم 6، 7) اس جگہ تک فرمایا: ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ ''پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی

پہنچائی۔'' (النجم : 10) پس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے وحی کا نام دیا اور قران کو خلق نہیں کہا۔

پھر جہمی ایک دوسرا دعویٰ کرے گا:

ہمیں قرآن کے متعلق بتاؤ: کیا قرآن ایک شیء ہے؟

ہم نے کہا: ہاں قرآن ایک شیء ہے۔

جہمی نے کہا: اللہ تعالیٰ خالق ہے ہر چیز کا تو پھر قرآن دوسری اشیاء کی طرح مخلوق کیوں نہیں ہے؟

ضروری بات ہے جہمی نے ایک دوسری چیز کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنے دعویٰ سے خلط ملط کیا۔

ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے کلام کو شیء نہیں کہا ہے، اس نے اس کو شیء صرف اپنے قول سے کہا ہے، کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے:

﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴾

(النحل 40)

''ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔''

پس چیز اس کا قول نہیں ہے، بلکہ شیء صرف اسکے قول کی وجہ سے ہے اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا﴾ (یٰس : 82)

''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔''

پس شیء اس کا امر نہیں ہے بلکہ شیء تو اس کے امر کی وجہ سے ہے۔

دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اشیاء کے ساتھ مخلوق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ہوا کے بارے میں جو عاد پر بھیجی گی ء فرمایا:

﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ ﴾ (الذاریات : 42)

''وہ جس جس چیز پر گرتی تھی اسے نہیں چھوڑتی تھی۔''

اور فرمایا:

﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا﴾

''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔''

اور یہ ہوا ان چیزوں پر بھی آئی جو تباہ نہ ہوئے مثلا ان کے گھر مکاں اور ان کے آس پاس پہاڑ تو یہ ہوا ان سب چیزوں پر آئی لیکن ان کو تباہ نہ کیا۔ جبکہ اللہ نے کہا:

﴿ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا﴾ (الاحقاف : 25)

اس طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الرعد : 16)

''اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔''

مگر اپنے نفس علم اور کلام کا دوسرے اشیاء کی طرح خالق نہیں ہے۔

اور اللہ تعالی نے ملکہ سباء کے بارے میں کہا:

﴿وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (النمل : 23)

''جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے۔''

جبکہ دوسری طرف سلیمان کی بادشاہی بھی ایک چیز تھی اور اللہ تعالی نے سباء کو یہ نہیں دی تھی اس طرح جب اللہ تعالیٰ نے کہا (خالق کل شی ء) یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ لیکن اپنے نفس علم اور کلام کا دوسرے اشیاء کی طرح خالق نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي﴾ (طٰہ : 41)

''اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کے لئے پسند فرمالیا۔''

اور فرمایا:

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾ (آل عمران : 28، 30)

''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (الانعام : 12)

''اللہ تعالی نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے۔''

اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ﴾ (المائدة : 16)

''تُو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔''

اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران: 185)

''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔''

پس جس کو اللہ تعالی نے بصیرت دی تو اس کو معلوم ہوا کہ دوسری نفوس کی طرح جن پر موت آئے گی اللہ تعالی کی نفس پر موت نہیں آئے گی جبکہ اللہ تعالی نے آیت میں ؛کل؛ کا لفظ استعمال کیا ہے (تو یہاں بھی استثناء ہے)۔

پس اس لیے جب اللہ تعالی نے کہا (خالق کل شیء) تو اس کا معنی یہ نہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے اپنے نفس، علم اور کلام کو بھی دوسری اشیاء کی طرح پیدا کیا۔

پس اس میں عقل والوں کے لیے دلیل اور بیان ہے۔

(امام احمد نے کہا:) اللہ تعالی اس شخص پر رحم کرے جس نے تفکر کیا اور کتاب وسنت کے مخالف قول سے رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں صرف حق کہا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے وعدہ لیا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

الْحَقَّ﴾ (الاعراف : 169)

''کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں۔''

اور دوسری آیت میں فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف : 33)

''آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔''

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے کہا:

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ﴾ (الزمر : 60)

''اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو گمراہوں سے بچائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد جگہوں پر اپنے کلام کا ذکر کیا تو اس کو بھی کلام کہا اور اس کو مخلوق نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ (البقرة : 35)

''آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی

توبہ قبول فرمائی۔"

اور فرمایا:

﴿حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ (التوبة : 69)

"یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے۔"

اور کہا: یسمعون کلام اللّٰہ

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ (الاعراف : 143)

"اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں۔"

اور کہا:

﴿يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي﴾ (الاعراف : 144)

"کہ اے موسیٰ! میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے۔"

اور کہا:

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾ (النساء : 164)

"اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔"

اور کہا:

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ﴾ (الاعراف : 158)

"سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔"

پس اللہ نے خبر دی کہ نبی اللہ تعالیٰ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور کہا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ﴾ (الفتح : 15)

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں۔''

اور کہا:

﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي﴾ (الكهف : 109)

''کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا، گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں۔''

اور کہا:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾

''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔''

اور یہ نہیں کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خلق سنے۔

یہ واضح عربی زبان میں دلیل ہے اس کو تفسیر کی ضرورت نہیں ہے اور اللہ کے فضل سے یہ واضح ہے۔

(امام احمدؒ نے کہا)

اور میں نے جہمیہ سے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کہا ہے۔

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ﴾ (البقرة : 136)

''اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔''

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ (البقرة : 83)

''اورلوگوں کو اچھی باتیں کہنا۔''
﴿وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ﴾ (العنکبوت : 46)
''اورصاف اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے اور جو ہم پر اتاری گئی ہے۔''
﴿وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ (الاحزاب : 70)
''اورسیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔''
﴿فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران : 64)
''تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔''
﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (الکہف : 29)
''اوراعلان کردے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے۔''
اورفرمایا
﴿وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾ (الزخرف : 89)
''اورکہہ دیں (اچھا بھائی) سلام! انہیں عنقریب (خود ہی) معلوم ہو جائے گا۔''
اور ہم نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا (کہو) کہ میرا کلام مخلوق ہے۔
اورفرمایا:
﴿وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ﴾ (النساء : 171)
''اورنہ کہو کہ اللہ تین ہیں۔''
اورفرمایا:
﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء : 94)
''اور جو تم سے سلام علیک کرے تو اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں۔''
اورفرمایا:
﴿لَا تَقُولُوا رَاعِنَا﴾ (البقرہ : 104)

''راعنا نہ کہا کرو۔''

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ (البقرة : 154)

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔''

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا○ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ (الکھف : 23، 24)

''اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا) (مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا۔''

﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ﴾ (الاسراء : 23)

''تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا۔''

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (الاسراء : 36)

''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔''

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾ (القصص : 88)

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا۔''

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ﴾ (الانعام : 151)

''اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔''

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ﴾ (الاسراء : 29)

''اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔''

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ﴾ (الاسراء : 33)

''اور کسی جان کو جس کا مارنا۔''

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ﴾ (الاسراء : 34)

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔''

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ (الاسراء : 37)

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔''

اس کی مثالیں قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔تو یہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا قرآن میں اور ہم کو یہ نہیں کہا:

''ایسا نہ کہو کہ قرآن میرا کلام ہے۔''

اور یقیناً ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو کلام کہا ہے اور اس کو مخلوق کا نام نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

﴿حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سباء : 23)

''یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پرودگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند وبالا اور بہت بڑا ہے۔''

اس طرح ملائکہ نے عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان وحی نہیں سنی اور ان دونوں کے درمیان بہت سالوں کا وقفہ تھا۔لیکن جب محمد کو اللہ نے وحی کی تو فرشتوں نے وحی کی آواز ایسی سنی جیسا کہ لوہے کی آواز سردان پر ہوتی ہے۔تو ملائکہ نے یہ گمان کیا کہ یہ قیامت کی گھڑی ہے۔تو وہ ڈر گئے۔اور ان کے چہرے سجدے میں ہو گئے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:﴿حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔

یہاں تک کہ ان کے دلوں سے خوف جاتا ہے تو ملائکہ اپنے سر اٹھاتے ہیں تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تو کہتے ہیں۔

''آپ کے رب نے کیا کہا؟''

اور یہ نہیں کہا کہ آپ کے رب نے کیا پیدا کیا۔پس یہ بیان اس کے لیے ہے جس کے

لیے اللہ تعالیٰ ہدایت کا فیصلہ کرے۔

جہمی کا ایک اور دعویٰ:

امام احمد نے فرمایا: اس کے بعد جہمی نے ایک اور دعویٰ کیا۔

جہمی نے کہا: میں قرآن میں ایک آیت پاتا ہوں جو دلالت کرتی ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

ہم نے کہا: کون سی آیت ہے۔

جہمی نے کہا: اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ (الانبیاء : 2)

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے۔''

تو جہمیہ نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قرآن محدث ہے اور ہر محدث مخلوق ہوتا ہے۔

پس مجھے اپنی عمر کی قسم: لوگوں کو شبہہ میں مبتلا کیا اور مذکورہ آیت متشابہہ آیت ہے۔

ہم نے کہا: ہم اس میں ایک قول کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں اور کتاب اللہ تعالیٰ میں دیکھتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ)

امام احمد نے کہا: جان لو جب دو چیزیں ایک نام میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے اعلیٰ ہو۔ پھر ان دونوں کی مدح کی جائے تو اعلیٰ تعریف کا زیادہ اولیٰ ہوگا۔ اور اگر دونوں کے لیے اسم ذم (مذمت والا نام) بولا جاتا ہے تو نچلے لفظ مذمت کے اعتبار سے اعلیٰ سے زیادہ اولیٰ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (الحج : 65)

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔''

اور ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ﴾ ''جو ایک چشمہ ہے۔ جس سے اللہ کے بندے پئیں گے۔'' (الانسان : 6)

جب (کافر اور مسلمان کو) اسم الانسان اور اسم العباد میں جمع کیا تو اللہ کے اس قول کا

معنی: ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ﴾ (الانسان: 6) یعنی صرف نیک لوگ پیئں گے گنہگار نہیں پیئں گے۔

اور جب انفرادی طور پر نیک لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول میں ہوتا ہے۔ تو اس طرح ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾ (الانفطار : 13)

''یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش وآرام اور) نعمتوں میں ہوں گے۔''

اور جب کفار کا انفرادی ذکر ہوتا ہے تو یہ قول کرتا ہے:

﴿وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ (الانفطار : 14)

''اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿ان اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (الحج : 65)

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔''

پس مومن زیادہ حقدار ہے۔ اگر چہ کافر اور مومن (الناس) میں جمع ہیں۔

اس لیے جب مومن کا انفرادی ذکر ہوتا ہے تو اس کی تعریف ہوتی ہے۔

اللہ تعالی کے اس قول کے مطابق: ﴿وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (الحدید : 9)

اور جب کفار کا انفرادی ذکر کیا تو اس کے لیے مذمت کا لفظ کہا گیا۔ اس قول کے میں: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (هود : 18) ''خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔''

اور اللہ کا قول: ﴿أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔'' (المائدہ : 80)

تو یہ وہ لوگ ہیں جو اسکی رحمت میں داخل نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے قول میں: ﴿أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ (المائدہ 80) تو یہاں عباد کے اسم میں کفار اور مومنین کو جمع کیا گیا۔ پس کفار، مومنین کی بنسبت لفظ سرکشی کے زیادہ حقدار ہیں لیکن جب مومن کا انفرادی ذکر ہوتا ہے تو رزق کی فراخی میں اسکی تعریف ہوتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا﴾ (الفرقان : 67)

''اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی۔''

اور اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ (البقرہ : 3)

''اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے داودؑ، سلیمان علیہما السلام، ذالقرنین اور ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے لیے رزق فراخ کی تھی، لیکن انھوں نے سرکشی نہیں کی۔

اور جب انفرادی طور پر کافر کا ذکر ہوتا ہے تو سرکشی کا لفظ اس پر واقع ہوتا ہے۔ جیسا کہ قران میں ھارون علیہ سلام کا ذکر ہے:

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ﴾ (القصص : 76)

''قارون تھا تو قوم موسیٰ سے، لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا۔''

اور جب نمرود کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی تو اللہ تعالی سے لڑنے لگا، اور فرعون بھی جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

(یونس : 88)

''اے ہمارے رب! تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان زینت اور طرح طرح کے مال دنیاوی زندگی میں دیئے۔''

پس جب ایک اسم میں کافر اور مومن اکٹھے ہوجائیں اور اس کے لیے مذمتی لفظ بولا جائے تو مذمت کے لیے کافر، مومن سے اولیٰ ہوگا۔ جس طرح مدح کی لیے مومن کافر سے اولیٰ ہوگا۔

پس جب رب نے یہ کہا:

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ (الانبیاء : 2)

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے۔''

تو یہاں دو ذکر جمع کیے۔

ایک اللہ تعالی کا ذکر اور دوسرا نبی ﷺ کا ذکر۔

پس جب اللہ تعالی کا ذکر انفرادی طور پر ہو تو اس پر حادث کا اسم جاری نہیں ہوا کیا آپ نے اللہ تعالی کا یہ قول نہیں سنا ہے:

﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ (العنکبوت : 45)

''بیشک اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔''

﴿وَهَذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ﴾ (الانبیاء : 50)

''اور یہ نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم ہی نے نازل فرمایا ہے۔''

اور جب انفرادی طور پر نبی ﷺ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے لیے حادث کا لفظ جاری ہوا۔ کیا آپ نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا ہے:

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الصافات)

''حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔''

پس نبی ﷺ کا ذکر کرنا ایک عمل ہے اور اللہ تعالی اس کا خالق بھی ہے، تو نبی ﷺ کا ذکر (محدث) ہو گیا۔ اور اس پر دلیل اللہ کے اس قول میں ہے۔ جو دو ذکر اکھٹے ایک اسم میں بیان ہوئے:

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ (الانبیاء : 2)

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے۔''

تو اس پر حدث کا لفظ ہمارے پاس آنے کے وقت واقع ہوا، اور آپ جانتے ہیں ہمارے پاس خبریں صرف مُبَلِّغْ اور مُذَكِّرْ ہی لاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الذاريات : 55)

''اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔''

﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى﴾ (الاعلىٰ : 9)

''تو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت کچھ فائدہ دے۔''

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ (الغاشية : 21)

''پس آپ نصیحت کر دیا کریں (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔''

پس جب دونوں ایک اسم ذکر میں جمع ہوئے تو اس پر حدث کا اسم جاری ہوگا۔ اور جب انفرادی طور پر نبی ﷺ کا ذکر ہو تو اس پر خلق کا اسم واقع ہوا اور یہ (نبی ﷺ کا ذکر) حدث کے لئے بنسبت اللہ کے ذکر کے زیادہ اولی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر جب انفرادی طور پر آئے تو اس پر خلق اور حدث کا اسم واقع نہیں ہوتا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں دلیل پائی: ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے۔'' (انبیـــاء : 2) (وہ تو صرف محدث ہے) نبی ﷺ کی ذات تک یعنی یہ قرآن صرف نبی ﷺ کے لئے نیا (محدث) ہے۔ وہ اس کو نہیں جانتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سکھا دیا تو اسی طرح یہ نبی ﷺ کے لئے محدث ہو گیا۔ (قران کا قریش مکہ کی طرف آنا محدث یعنی نیا تھا)

پھر جہمی ایک اور دعویٰ کرے گا: میں کتاب اللہ میں ایک آیت پاتا ہوں

جو اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن مخلوق ہے ہم نے کہا کون سی آیت؟

جہمی نے کہا:

﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ﴾ (النساء : 171)

''مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (کن سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا۔''

اور عیسیٰ علیہ السلام مخلوق تھے۔ (یعنی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ کہا گیا۔ جبکہ عیسیٰ انسان تھے (مخلوق میں سے تھے)۔

ہم نے ان سے کہا: کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے فہم سے منع کیا ہے عیسیٰ علیہ السلام پر الفاظ (یعنی مخلوق کا لفظ) جاری ہوئے ہیں۔ لیکن قرآن پر مخلوق کا لفظ جاری نہیں ہوتا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام پر نام جاری ہوئے ہیں (یعنی اس کو مختلف نام دئے گئے)

۱: مولود، (پیدا ہونے والا بچہ)

۲: طفل (بہت چھوٹا بچہ)

۳: صبی (مہد کا بچہ)

۴: غلام (بندا)

عیسیٰ علیہ السلام کھاتا تھا، پیتا تھا۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر اور نہی ملتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے وعدہ و وعید بھی ہیں پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں پس ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ قرآن کے بارے میں وہ کہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو سنا کہ قرآن کے بارے میں جو کہتا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی کہتا ہے؟

بس اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَرُوحٌ مِنْهُ﴾ (النساء : 171) کا معنیٰ صرف وہ کلمہ ہے جو مریم کی طرف القاء ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے اس کو کہا ''کن'' یعنی ہو جا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کن کے کلمہ سے ہیں اور عیسیٰ ''کُنْ'' نہیں تھے۔ ''کُنْ'' اللہ تعالیٰ کے قول سے ہے اور ''کن'' مخلوق نہیں ہے۔

نصاریٰ اور جہمیہ نے اللہ تعالیٰ پر عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں جھوٹ بولا۔اسی لئے جہمیہ نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے روح اور کلمہ تھے مگر یہ کلمہ مخلوق ہے۔

اور نصاریٰ نے کہا عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا روح ہے اور یہ روح اللہ تعالیٰ کی ذات اور کلمہ سے ہے اور کلمہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے ''بعینہٖ'' اسی طرح ہے کہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ یہ چیتھڑا (کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا) اس کپڑے کا حصہ ہے۔

ہم نے کہا: عیسیٰ کلمہ کی وجہ سے تھے اور عیسیٰ علیہ سلام خود کلمہ نہیں تھے۔اور جہاں تک یہ قول ہے (وروح منہ) (اس کی طرف سے ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ روح اللہ تعالیٰ کے امر سے اس میں تھا، جس طرح اس قول میں ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ﴾

(الجاثية : 13)

''اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے۔''

اللہ کہتا ہے (اس کے حکم سے) اور روح اللہ کی تفسیر یہ ہے، اس کا معنی صرف یہ ہے کی روح اللہ کے کلمہ کی وجہ سے تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا۔جس طرح کہا جاتا ہے عبداللہ (یعنی اللہ کا بندا) اور سماء اللہ (اللہ کا آسمان)، ارض اللہ (اللہ کی زمین)۔

پھر جہمی نے ایک اور بات کا دعوی کیا:

بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾

(السجدة : 4)

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا۔''

(پس ان آیت سے استدلال کیا کہ قرآن تو آسمان اور زمین سے باہر نہیں ہوسکتا) یعنی

یا آسمان میں ہوگا یا زمین یا ان دونوں کے درمیان پس لوگوں کو شبہہ میں ڈالا اور لوگوں (کے عقیدے) کو خلط ملط کر دیا۔

ہم نے ان سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں، اور ان دونوں کے درمیان کیا مخلوق کو نہیں رکھا؟

جہمیہ بولے: ہاں

ہم نے کہا: کیا آسمانوں کے اوپر بھی مخلوق ہے؟

جہمیہ نے کہا: ہاں

ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر اشیاء کو (مذکورہ آیت میں) مخلوق میں شمار نہیں کیا۔

جبکہ اہل علم نے یہ جان لیا۔ کہ ساتوں آسمان کے اوپر کرسی، عرش، لوح محفوظ، پردے اور دیگر بہت اشیاء ہیں۔ جن کے نام اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں کیے ہیں۔ اور دوسری اشیاء کے ساتھ مخلوق میں بھی شمار نہیں کیا۔ (حالانکہ یہ عرش، کرسی، لوح محفوظ وغیرا یہ سب مخلوق ہیں لیکن مذکورہ آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ آسمانوں، زمینوں اور ان دونوں کے درمیان (تو کیا یہ عرش، کرسی وغیرہ قدیم ہو گئے؟)

جہم کا دعویٰ ''کہ قرآن تو یہ آسمان، یا زمین یا ان دونوں کے درمیان ہوگا'' کے بارے میں ہم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

(الحجر: 85)

''ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا ہے۔''

پس جس چیز کے ذریعہ یہ اسمانیں اور زمینیں پیدا کی۔ وہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق

سے پہلے ہوگا۔ اور ''حق'' جس کے ذریعے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اللہ کا قول ہے۔ اللہ ''حق'' کہتا ہے۔ فرمایا (اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں)

﴿وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا تو ہو جا بس وہ ہو پڑے گا۔) (الانعام : 73) پس ''الحق'' جس کے ذریعے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ یقیناً آسمانوں اور زمینوں سے پہلے تھا۔ اور (الحق) اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول اس کی مخلوق نہیں ہوتی۔

اس انکار کا بیان جو جہمیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کیا: وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

(امام احمد نے فرمایا:)

ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے اس کا انکار کیوں کیا کہ جنتی اپنے رب کو دیکھیں گے؟

جہمیہ نے کہا: کسی کے لئے یہ لائق نہیں کہ اللہ کو دیکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور موصوف بھی ہے۔ اس کو نہیں دیکھا جا سکتا، ہم نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں فرماتا:

﴿إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القیامہ : 23)

''اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے''

جہمیہ نے کہا: اس کا معنی تو صرف یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے ثواب کا انتظار کریں گے اور جنتی صرف اس کے فعل اور قدرت کے انتظار میں ہوں گے۔

اور قرآن کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾ (الفرقان : 45)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے۔''

(تو جہمیہ نے کہا) بیشک جب اللہ نے فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ﴾

یعنی، کیا انھوں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، تو یہاں اس کا معنی یہ ہے کیا انھوں نے اپنے رب کے کام کو نہیں دیکھا؟

ہم نے کہا اللہ کے فعل (کام) کو بندے ہمیشہ دیکھتے ہیں (بارش برسانا وغیرہ) اور اللہ نے تو یہاں صراحت سے فرمایا: ﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ٥ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ﴾ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے، ور کتنے چہرے اس دن (بد رونق اور) اداس ہوں گے (القیامہ) (یعنی رب کو دیکھیں گے، فعل (کام) کا ذکر یہاں نہیں ہے)

جہمیہ نے کہا: وہ صرف اپنے رب سے ثواب کے انتظار میں ہوں گے۔

ہم نے جہمیہ سے کہا: جو رب سے ثواب کا انتظار کریں گے وہ تو رب کو دیکھیں گے۔

جہمیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں اور نہ آخرت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور قرآن کے متشابہ آیت میں سے ایک تلاوت کی

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الانعام: 104)

''اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے۔''

تو کیا نبی اس قول ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ کا معنیٰ نہیں جانتے تھے؟ کہ یہ بھی فرمایا ''کہ تم اپنے رب کو دیکھو گے۔''

ہم نے کہا: ہمیں نبی ﷺ سے یہ خبر پہنچی ہے۔ فرمایا آپ اپنے رب کو اس طرح دیکھیں گے۔ جس طرح چاند کو دیکھتے ہیں۔ آیا نبی نے فرمایا آپ اپنے رب کو دیکھیں گے؟

اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کہا: ﴿لَن تَرَانِي﴾ ''کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔''

(الاعراف: 143)

آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے اور یہ نہیں کہا ﴿لــن اُریٰ﴾ کہ مجھ کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ پس زیادہ قابل قبول کس کا قول ہوگا جس کی پیروی کی جائے یعنی قول نبی جب اس نے کہا آپ اپنے رب کو دیکھیں گے، یا قول جہم جب اس نے کہا کہ آپ اپنے رب کو نہیں دیکھیں گے۔ پس جو احادیث نبی ﷺ سے ذکر ہیں کہ جنتی اپنے رب کو دیکھیں گے۔ اہل علم کے آگے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(یعنی اہل سنت کا اجماع ہے کہ رب کا دیدار جنت میں ہوگا) اور سفیان کی حدیث جو

اس نے ابو اسحاقؒ سے اور اس نے عامر بن سعد سے بیان کی اللہ کے اس قول کے بارے میں ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی (یونس : 26) فرمایا ''اللہ کی چہرے کی طرف نظر۔''

اور ثابت بن البنانی جو اس نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰؒ اور اس نے صہیب رضی اللہ عنہ سے، اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ فرمایا: جب جنتی جنت میں قرار پائیں گے تو ایک پکارنے والا آواز دے گا۔ اے جنتیو! بیشک اللہ نے آپ سے مزید ایک اور وعدہ کیا ہے۔ (کہا) حجاب (پردہ) ہٹائے گا۔ تو رب ان کے لئے تجلی فرمائے گا۔ تو ان کو عطاء کردہ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ دیدار بہت زیادہ محبوب ہوگا۔ (صحیح مسلم)

امام احمد نے فرمایا: ہم امید کرتے ہیں کہ جہم اور اس کی جماعت ان لوگوں میں سے ہوگا جو رب کا دیدار نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہوں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کفار سے فرماتا ہے:

﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾ (المطففین : 15)

''ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے''

پس جب کافر کو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رکھا جائے گا۔ اور مومن کو بھی اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رکھا جائے۔ تو پھر مومن کو کافر پر کیا فضیلت پر حاصل ہوئی؟

پس حمد ہے اس اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے گروہ کی طرح نہیں بنایا، بلکہ ہم کو متبعین (سچے مومن) کی طرح بنایا۔

اور ہم کو بدعتیوں کی طرح نہیں بنایا پس اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جو اکیلا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کلام کرنے سے جہمیہ کا انکار:

(امام احمد نے کہا:)

ہم نے جہمیہ سے کہا: آپ نے ایسا انکار کیوں کیا؟

جہمیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نہ کلام کیا ہے اور نہ کلام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک

چیز پیدا کی تو موسیٰ علیہ سلام نے اس کو اللہ تعالیٰ سے تعبیر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک آواز پیدا کی اور اس کو سنایا۔

تو جہمیہ نے یہ گمان کیا کہ کلام بغیر پیٹ، منہ، زبان اور ہونٹوں کے نہیں ہوسکتا۔

ہم نے ان سے کہا: کیا جو چیز بنائی جائے یا دوسرے کسی غیر اللہ کے لئے یہ جائز ہے کہ کہے: اے موسیٰ: میں آپ کا رب ہوں۔

یا یہ کہے

﴿إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾

(طٰہٰ : 14)

''بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں پس تو میری ہی عبادت کر، اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔''

پس جس نے اس طرح کا عقیدہ رکھا تو اس نے یہ عقیدہ بھی رکھا کہ غیر اللہ نے بھی ربوبیت کا دعویٰ کیا۔

اگر اس طرح تھا جیسا جہم نے گمان کیا، کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو پیدا کیا۔ تو پھر وہ مکون (پیدا کردہ چیز) ہی اس طرح کہتا تھا۔ یا موسی (انی لست) انا اللہ رب العالمین (اے موسی میں آپ کا رب نہیں ہوں اور اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ کہے ﴿يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (القصص : 30) ''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار۔''

اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾ (النساء : 164)

''اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا''

اور اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ ''اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں۔'' (الاعراف: 143)

اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي﴾

(الاعراف :144)

''میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے۔''

پس یہ قران کے نصوص (دلائل) سے ثابت ہے۔

جب جہمیہ نے یہ کہا، کہ اللہ تعالی نے کلام کیا ہے نہ کرتا ہے۔

تو یہ لوگ اعمش کی حدیث کے ساتھ کیا کریں گے؟ جو اس نے خیثمہ، اس نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، اس نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپ میں ایسا کوئی نہیں ہوگا، جس سے اللہ کلام نہیں کرے گا، اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا''

جہمیہ کا دوسرا اعتراض کہ کلام پیٹ، منہ اور زبان کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

(اب امام احمد دلیل دیتے ہیں کہ)

کیا اللہ نے آسمان اور زمین سے نہیں کہا: ﴿ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ﴾ ''دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں۔''

(فصلت : 11)

کیا آپ نے ان کو دیکھ لیا۔ کہ پیٹ، منہ، زبان اور اوزار سے کلام کیا؟

اللہ فرماتا ہے: ﴿وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ﴾ ''اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھے۔'' (الانبیاء 79)

کیا آپ نے دیکھا انہوں نے پیٹ، منہ، زبان اور ہونٹوں سے کلام کیا؟۔

(یعنی جس طرح آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے بغیر جوارح کے کلام کیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے کون سے مشکل ہے کہ وہ بغیر جوارح کے کلام کرے) اور جوارح (اعضاء) جب کفار پر گواہی دیں گے تو کفار کہیں گے:

لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾

(حم السجدہ : 21)

''کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔''

کیا آپ نے دیکھا کہ ان جوارح نے پیٹ، منہ، ہونٹوں اور زبان سے کلام کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو گویا کر دیا جس طرح چاہا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے بھی کلام کیا جیسا چاہا، بغیر پیٹ، منہ، ہونٹوں اور زبان کے۔

(امام احمد نے کہا:)

جب اس دلیل نے جہمی کو لا جواب کر دیا۔

جہمی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا لیکن اس کا کلام اس کا غیر ہے (یعنی اللہ تعالیٰ سے نہیں)

ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ کا غیر تو مخلوق ہوتا ہے؟

جہمی نے کہا: ''ہاں''

ہم نے کہا: یہ قول بھی آپ کے پہلے قول کی طرح ہے۔ آپ صرف اپنے آپ سے وہ قباحت دفع کرتے ہیں جو غلط عقائد رکھنے کی وجہ سے آپ سے ظاہر ہوتی ہے۔

زہری کی حدیث میں ہے، فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کا کلام سنا تو فرمایا: اے رب: یہ آپ کا کلام ہے جو میں نے ابھی سنا؟

رب نے کہا: ہاں موسیٰ علیہ سلام یہ میرا کلام ہے، اور میں نے آپ سے دس ہزار زبانوں کی طاقت کے برابر کلام کیا، اور میں اس سے بھی زیادہ طاقتور ہوں، اور میں نے صرف اس طاقت سے کلام کیا جتنا آپ کے بدن میں سننے کی طاقت تھی۔ اور اگر اس سے زیادہ طاقت سے بات کرتا تو آپ مر جاتے۔

(فرمایا:) جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے، تو قوم نے کہا ہمیں رب کے کلام کی

صفت بیان کرو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میری یہ طاقت ہے کہ اسکے کلام کی صفت بیان کروں۔؟

قوم نے کہا: اس کی مثال بیان کرو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ نے آسمانی بجلیوں کی اوازیں جب خوب صورت انداز میں اتی ہیں سنے ہیں؟

پس اس جیسی اواز تھی۔

ہم نے جہمیہ سے کہا: عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن کون کون یہ کہنے والا ہوگا:

﴿يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ (المائدہ 116)

''اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو! عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو منزہ سمجھتا ہوں۔''

کیا اللہ تعالی کلام کرنے والا نہ ہوگا؟

(جہمیہ) کہا: اللہ تعالی ایک چیز پیدا کرے گا تو یہ اللہ تعالی سے تعبیر (اللہ کی طرف سے باتیں کرنا) کرے گا! جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک چیز پیدا کی اور اس نے موسیٰ سے اللہ تعالی کی باتیں سنائی!!

ہم نے کہا یہ کہنے والا کون ہوگا؟

﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ﴾ (الاعراف)

''پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کردیں گے۔ اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔''

کیا یہ پوچھنے والا اللہ تعالی نہ ہوگا؟

(جہمیہ) کہا: یہ صرف تمام پیدا ہونے والی چیزیں ہیں جو اللہ تعالی سے تعبیر کرے گا۔

(یعنی اللہ تعالی خود کلام نہیں کرے گا بلکہ کوئی چیز اس کی طرف سے ترجمانی کرے گا)

ہم نے کہا: جب آپ نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالی کلام نہیں کرتا تو یقیناً آپ نے اللہ تعالی پر بہت بڑا جھوٹ بولا۔

اور اللہ تعالی کے علاوہ آپ جن بتوں کو پوجھتے ہیں آپ نے اللہ تعالی کی تشبیہ ان بتوں سے کی۔ کیوں کہ بت نہ بولتے ہیں نہ حرکت کرتے ہیں اور نہ ایک مکان سے دوسرے مکان جا سکتے ہیں۔

جب ان پر دلیل غالب آ گئی تو کہا بیشک اللہ تعالی کلام کرتا ہے لیکن اسکا کلام مخلوق ہے۔

ہم نے کہا: اس طرح تو بنی آدم کا کلام بھی مخلوق ہے، اس طرح گمان کرنے سے تو آپ نے اللہ تعالی کی تشبیہ مخلوق سے کی۔ اور آپ کے مذهب میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے اس وقت تک کلام نہیں کیا حتیٰ کہ کلام کو پیدا کیا اور اس طرح تو بنی ادم نے بھی کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انکے لیے کلام کو پیدا کیا گیا۔

آپ لوگ تو ایک طرف کافر ہوگئے اور دوسری طرف مشبہہ ہوگئے۔ اور اللہ تعالی اس صفت سے بہت زیادہ بلند ہے۔

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیشہ سے متکلم تھا جب بھی چاہا۔

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالی موجود تھے مگر متکلم نہیں تھے، یہاں تک کہ کلام کو پیدا کیا۔

اور ہم یہ نہیں کہتے: کہ اللہ تعالیٰ موجود تھے، اور نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ علم پیدا کیا اور جان گئے۔

اور ہم یہ نہیں کہتے: کہ اللہ تعالی موجود تھے، اور قادر نہیں تھے یہاں تک کہ اپنے لیے قدرت کو پیدا کیا۔

اور ہم یہ نہیں کہتے: کہ اللہ تعالیٰ موجود تھے اور اسکے لیے نور نہیں تھا یہاں تک کہ نور کو

اپنے لیے پیدا کیا۔

اور ہم یہ نہیں کہتے: کہ اللہ تعالیٰ موجود تھے اور اسکی عظمت نہیں تھی یہاں تک کہ اپنے لیے عظمت پیدا کی۔

توجہمیہ نے ہم سے کہا: جب ہم نے اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے موصوف کیا جیسا کہ آپ گمان کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا نور، اللہ تعالی اور اس کی قدرت، اللہ تعالی اور اسکی عظمت پھر تو یقیناً آپ نے نصاریٰ کی طرح کہا جب آپ نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالی ہمیشہ تھا اور اس کا نور، اللہ تعالی ہمیشہ تھا اور اس کی قدرت،!!

ہم نے کہا ہم اس طرح نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تھا اور اس کی قدرت، اللہ تعالی ہمیشہ تھا اور اس کا نور بلکہ ہم اس طرح کہتے ہیں وہ ہمیشہ سے اپنی قدر اور نور کے ساتھ تھے (ہم یہ نہیں کہتے) کب سے اللہ تعالی کی قدرت تھی اور کس طرح اللہ تعالی کی قدرت تھی۔

جہمیہ نے کہا: آپ کبھی بھی موحد نہیں بن سکتے جب تک یہ نہ کہیں، اللہ تعالی تھا اور دوسری اور کوئی چیز نہیں تھی!

ہم نے کہا:

ہم اس طرح کہتے ہیں: یقیناً اللہ تعالیٰ تھے جبکہ اور کوئی چیز نہیں تھی، لیکن جب ہم نے اس طرح کہا: کہ اللہ تعالی ہمیشہ سے اپنے تمام صفات کے ساتھ تھے تو کیا ہم ایک الٰہ کو تمام صفات سے موصوف نہیں کرتے؟

اور اسی سلسلے میں جہمیہ کے لیے مثال بیان کی۔

ہم نے کہا:

ہم کو ذرا اس کھجور کے متعلق بتاو، کیا اس کے لیے، تنا، جڑ، چھال، شاخ، پتے، ااور گوند نہیں ہے؟ اور ان تمام صفات کے ساتھ اس کو کجھور کہا گیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہے۔ اور اس کے لیے اعلی مثال ہے۔ان ساری صفات کے ساتھ وہ واحد الٰہ ہے۔

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ کسی زمانے میں تھے اور اسکے لیے قدرت نہیں تھی یہا تک کہ قدرت کو پیدا کیا۔

اور وہ ہستی جو قادر نہ ہوتو پھر وہ عاجز ہوگا۔

اور ہم یہ نہیں کہتے اللہ تعالیٰ کسی زمانے میں تھے اور اس کے لیے علم نہیں تھا یہاں تک کے علم کو پیدا کیا اور جان گئے اور وہ جو نہیں جانتا وہ جاہل ہوتا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ اللہ ہمیشہ سے عالم، قادر، اور مالک تھا۔ اور یہ نہیں کہتے کہ کس وقت سے اور کس طرح؟

اللہ تعالیٰ نے ایک کافر شخص جسکا نام ولید بن مغیرہ المخزومی تھا کو نام دیا فرمایا:

﴿ذَرۡنِي وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيدًا﴾ (المدثر : 11)

''مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے''

اور یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے وحید کا نام دیا۔حالانکہ اس کے دو کان، زبان زبان ہونٹ ہاتھ پاوں اور متعدد اعضاء تھے۔لیکن اللہ نے ان سارے صفات کے ہوتے بھی اس کو وحید کا نام دیا۔پس اسی طرح اللہ ہے اور اس کے لیے اعلی مثال ہے۔ وہ تمام صفات کے ساتھ واحد الہ ہے۔

جہمیہ کا اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے سے انکار کا بیان

(امام احمد فرماتے ہیں کہ) ہم نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے سے انکار کیوں کیا۔جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (رحمٰن عرش پر ہے) اور فرمایا:

﴿خلق السموات والارض وما بينهما في ستة ايام ثم استوى على العرش﴾

جہمیہ نے کہا کہ اللہ جس طرح عرش پر ہے اس طرح ساتویں زمین کے نیچے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر، آسمانوں پر اور ہر جگہ موجود ہے۔اور اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور ایسا نہیں ہے کہ ایک جگہ ہے اور دوسری جگہ نہیں ہے (یعنی ذات کے لحاظ سے ہر جگہ موجود

ہے)اور یہ آیت دلیل میں تلاوت کی،

﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ﴾ (الانعام : 3)

''اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہری احوال کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔''

(امام احمد فرماتے ہیں کہ)ہم نے کہا :مسلمان بہت سے ایسے مقامات جانتے ہیں۔ جسمیں رب کے موجود ہونے سے کوئی عزت نہیں ہوتی،تو جہمیہ نے پوچھا؛کونسی جگہ؟ ہم نے کہا اپکے اجسام، پیٹ ،خنزیر کے پیٹ ،لیٹرین اور گندگی کے ڈھیر جسمیں اللہ تعالیٰ کی کوئی عظمت نہیں۔اور ہم کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ o أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ﴾ (الملك : 16، 17)

''کیا تم اس بات سے بےخوف ہوگئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے، یا کیا تم اس بات سے نڈر ہوگئے ہو کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسادے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔''

اور فرمایا:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ (فاطر : 10)

''تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾

''کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والے ہوں۔''

اورفرمایا:

﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ (النساء : 158)

''بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا''

اورفرمایا:

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ (النحل : 50)

''اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔''

اورفرمایا:

﴿مِنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ (المعارج : 3)

''اس اللہ کی طرف سے جو سیڑھیوں والا ہے۔''

اورفرمایا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (الانعام : 18)

''اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اورفرمایا:

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ (البقرہ : 255)

''اور اللہ بہت بلند اور زبردست ہے۔''

پس یہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے جسکے ذریعے ہم کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اسمان پر ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ سے نیچے ہے۔ہم یہ بات پاتے ہیں کہ ہر اسفل چیز مذموم ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء : 145)

''منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے۔''

اور فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا اللَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ﴾ (حم السجده : 29)

''اور کافر لوگ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں جنوں انسانوں (کے وہ دونوں فریق) دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا (تا کہ) ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال دیں تا کہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہو جائیں۔''

اور ہم نے پوچھا کیا آپ نہیں جانتے کہ شیطان اور اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایک جگہ میں ہونا ممکن نہیں ہے

اور اس قول کا معنی: ﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ﴾ اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، یعنی اللہ اسمانوں میں بھی الہ ہے اور زمینوں میں بھی، اور اللہ تعالی عرش پر ہے اور اللہ کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایک مکان میں ہے اور دوسرے مقام میں نہیں ہے۔ اور اللہ کا قول ہے:

﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾

''تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے۔''

اور اس کے سمجھنے کے لیے ایک مثال ہے: ایک آدمی کے ہاتھ میں ایک شیشے کا صاف گلاس ہے اور اس میں کوئی صاف مشروب ہے تو آدمی کی نظر اس گلاس کے اندر ہوتی ہے

اسکے باوجود کہ آدمی اس گلاس سے باہر ہوتا ہے (یعنی جب آپ گلاس کو دیکھتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو اعلیٰ مثال ہے بیشک اس نے ساری مخلوقات کا احاطہ کیا ہے اسکے باوجود کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی چیز میں نہیں ہے۔

ایک اور مثال: کوئی شخص بڑا گھر بنائے۔پھر دروازہ بند کر کے نکل آئے۔تو اس بندے پر مخفی نہیں ہوگا کہ بڑے گھر میں چھوٹے کتنے گھر ہیں اور سب کی پیمائش کتنی ہے حالانکہ وہ خود گھر کے اندر نہیں ہے۔پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے تو مثل اعلیٰ ہے۔اس نے تمام مخلوق کا احاطہ کرر کھا ہے اور اس کی کیفیت وحقیقت کو جان رکھا ہے اور وہ خود مخلوق میں سے کسی چیز میں سے نہیں (عرش پر مستوی ہے)

جہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کیا تاویل کی ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾

جہمیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور ہمارے اندر ہے۔

ہم نے کہا: آپ نے اس کی ابتدا سے خبر کیوں کاٹی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے''

پھر کہتا ہے

﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾

''تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے''

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے ان کا چوتا ہوتا ہے

﴿وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾

''اور نہ پانچ کی مگر ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے) (یعنی اللہ) اپنے علم کے اعتبار سے''

﴿وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ﴾

''ورنہ اس سے کم کی اور نہ زیادہ کی مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے ان میں ہوتا ہے:

﴿أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (المجادله)

''جہاں بھی وہ ہوں، پھر قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے''

اس آیت میں خبر کی ابتداء بھی اللہ کے علم سے ہوتی ہے اور خبر کا اختتام بھی اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔

اور جہمی سے کہا جائے گا: جب اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ عظمت والے نفس کے اعتبار سے ساتھ ہے۔

تو اس کو کہو: کیا اللہ تعالیٰ آپ کے لئے جو اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ہے معاف کرتا ہے۔

اگر کہا: ''ہاں'' تو درحقیقت اس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اور اس کی مخلوق اس سے جدا ہے۔ اور اگر کہا ''نہیں'' تو کفر کیا۔

جہمی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے:

اگر آپ نے یہ جاننا چاہا کہ جہمی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے جب اس نے یہ گمان کیا کہ اللہ (ذات کے لحاظ سے) ہر جگہ موجود ہے اور اس سے کوی جگہ خالی نہیں ہے

تو جہمی سے کہو: کیا ایسا نہیں تھا کہ جب اللہ تعالی تھا اور کوئی چیز موجود نہیں تھی؟

کہے گا، ہاں پھر پوچھو جہمی سے جب اللہ نے چیز کو پیدا کیا تو اپنے نفس کے اندر پیدا کیا یا باہر؟ تو جہمی تین اقوال کی طرف جائے گا اور ضرور ان میں ایک کہے گا۔ ①: اگر یہ خیال کیا کہ مخلوق کو اپنے نفس کے اندر پیدا کیا تو کفر کیا، کیوں کہ اس وقت جہمی نے یہ خیال کیا کہ جن وانس اور شیطانوں کو اپنے نفس کے اندر پیدا کیا۔ ②: اور اگر کہا کہ اپنے نفس سے باہر پیدا

کیا پھر اس میں داخل ہو گیا۔ تو یہ بھی اسی طرح کفر ہے۔

(یعنی اس کا پہلا اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر گندی جگہ میں ہے۔)③: اگر یہ خیال کیا کہ مخلوق کو اپنے نفس کے باہر پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں حلول نہیں کی تو اس نے غلط عقیدے سے رجوع کیا اور یہی اہل سنت کا قول ہے۔

جہمی اللہ تعالیٰ کے علم پر یقین نہیں رکھتا:

(امام احمد نے کہا:)

جب آپ نے یہ جاننا چاہا کہ جہمی اللہ تعالیٰ کے علم پر یقین نہیں رکھتا، تو اس سے کہو:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ﴾ (البقرہ : 255)

''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے''

اور فرمایا:

﴿لَكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ (النساء : 166)

''جو کچھ آپ کی طرف اتارا ہے اس کی بابت خود اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اسے اپنے علم سے اتارا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ﴾

(ھود : 14)

''پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾ (حم السجدہ : 47)

''قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو پھل اپنے شگوفوں میں

سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے وہ جنتی ہے سب کا علم اسے ہے۔''

اور اس سے کہا جائے گا: کیا آپ اللہ کے علم پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس کے جاننے کے لئے اللہ نے آپ کو خبروں اور دلیل سے توفیق دی۔ یا نہیں؟

اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم نہیں ہے تو اس نے حقیقت میں کفر کیا۔

اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم ہے مگر حادث ہے تو بھی اسی طرح کفر کیا۔ کیونکہ اس نے اس وقت یہ عقیدہ رکھا کہ ایسا وقت بھی تھا جس میں اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے لیے علم پیدا کیا اور جان گیا۔ اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم ہے۔ اور اس کا علم مخلوق نہیں ہے۔ اور نہ حادث ہے تو اس نے اپنے قول سے رجوع کیا اور اہل سنت کے مطابق قول کہا۔

وھو معکم کی تفسیر:

یہ بہت سے طریقوں سے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا قول ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾ ''میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔'' (طٰه : 46)

یعنی آپ دونوں کی دفاع کے لیے۔

اور کہا:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (التوبة : 40)

''دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمارا دفاع کرے گا۔

اور کہا:

﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ

الصَّابِرِينَ﴾ (البقرة : 241)

’’بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پالیتی ہیں، اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے، دشمنوں پر ان کی مدد کے سلسلے میں۔

اور کہا:

﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ﴾

(محمد : 35)

’’پس تم بودے بن کر صلح کی درخواست پر نہ اتر آؤ جبکہ تم ہی بلند وغالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے، دشمنوں پر آپ کی مدد کے سلسلے میں۔

اور کہا:

﴿وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ﴾ (النساء : 108)

’’لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے، وہ راتوں کے وقت جب کہ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کے خفیہ مشورے کرتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کے پاس ہوتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے، اپنے علم کے اعتبار سے ان کے درمیان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَo قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِo﴾ (الشعراء : 61، 62)

’’پس جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا، تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا، ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے موسیٰ نے کہا، ہرگز نہیں۔ یقین مانو، میرا رب میرے ساتھ

ہے جوضرور مجھے راہ دکھائے گا۔''

یہ فرعون کے خلاف مدد کے سلسلے میں فرمان ہے۔

جہمی کے اس دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، کے خلاف جب دلیل غالب ہوگئی۔تو جہمی نے کہا اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ہے مگر نہ وہ چیز سے جڑا ہوا ہے اور نہ وہ اس سے جدا ہے۔

ہم نے کہا: جب اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا نہیں ہے تو کیا وہ جڑا ہوا ہے؟

کہا: نہیں۔

ہم نے کہا: پھر کس طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ہے، جبکہ وہ جڑا بھی نہ ہو اور نہ جدا ہو؟ یہ تو اچھا جواب نہیں ہے۔

جہمی نے کہا: (بلا کیف۔) بغیر کیفیت بتائے

تو اس بات (بلا کیف) سے جاہلوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اور یہ بات ان کے لیے خوب صورت بناتا ہے۔

ہم نے جہمی سے کہا: کیا جب قیامت برپا ہوگی تو صرف جنت، جہنم، عرش اور ہوا ہی ہوگا؟

جہمیہ نے کہا: ہاں۔

ہم نے کہا: پھر ہمارا رب کہاں ہوگا؟

جہمی نے کہا: اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ہوگا جسطرح دنیا میں ہر چیز میں ہے۔

ہم نے کہا: آپ کے مذہب میں تو ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ حصہ جو عرش پر ہے تو وہ عرش پر ہوگا،

اللہ تعالیٰ کا کچھ حصہ جو جنت میں ہے تو وہ جنت میں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا وہ حصہ جو جہنم میں ہے وہ جہنم میں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا وہ حصہ جو ہوا میں ہے وہ ہوا میں ہوگا۔

اسی سے جہمیوں کا وہ جھوٹ جو اللہ تعالیٰ پر بولتے ہیں لوگوں پر واضح ہوگیا۔

جہمیہ کا گمان کہ لفظ ''اللہ'' قرآن میں صرف ایک نام ہے:

(امام احمد نے) کہا:

اور جہمیہ نے گمان کیا کہ لفظ ''اللہ'' قرآن میں صرف ایک نام ہے جو کہ مخلوق ہے۔

ہم نے کہا: اس نام کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا کیا نام تھا؟

جہمیہ نے کہا: اس کے لئے نام نہیں تھا۔

ہم نے کہا:

اور اس طرح کیا اللہ تعالیٰ علم پیدا کرنے سے پہلے جاہل تھا؟ وہ نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ اپنے نفس کے لئے علم پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے لئے نور نہیں تھا حتی کہ پھر اپنے نفس کے لئے نور پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تھا مگر اس کے لئے قدرت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اپنے نفس کے لئے قدرت پیدا کی؟!

پس خبیث کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیوں کو لوگوں کے لئے ظاہر کر دیا جب یہ گمان کیا کہ ''اللہ'' کا لفظ قرآن میں صرف ایک نام ہے جو کہ مخلوق ہے۔

اور ہم نے جہمی سے کہا: اگر ایک آدمی ''اللہ'' پر قسم کھائے جس کے سوا کوئی اور رب نہیں اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو پھر تو وہ شخص گنہگار نہیں ہے، کیونکہ اس نے تو مخلوق پر قسم کھائی اور خالق پر قسم نہیں کھائی تو اللہ نے جہمی کو رسوا کر دیا۔

اور ہم نے جہمی سے کہا: کیا نبی، ابوبکر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد خلفاء، قاضی اور حکام لوگوں سے صرف اللہ تعالیٰ (جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) کے نام پر قسم نہیں لیتے تھے کیا وہ لوگ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ وغیرہ) آپ کے مذہب کے مطابق خطا کار تھے۔

آپ کے مذہب کے مطابق تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ لوگوں سے اس ذات پر قسم لیتے جس نے اسم ''اللہ'' کو پیدا کیا۔ اور جب انھوں نے ارادہ کیا لا الہ الا اللہ پڑھے تو ان کو اس طرح پڑھنا چاہیے تھا لا الہ الا اللہ الذی خلق اسم اللہ!! (کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں سوائے ایک اللہ کے جس نے اللہ کا نام پیدا کیا) اور اگر اس طرح نہیں

پڑھتے تو ان کی توحید صحیح نہیں تھی۔

اللہ تعالی نے انہیں ان کے جھوٹ کی وجہ سے جو اللہ تعالی پر کہتے تھے رسوا کر دیا۔

لیکن ہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہی اللہ ہے اور ''اللہ'' اسم نہیں ہے۔ ''اللہ'' کے سوا تمام اسماء چیزیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ (الاعراف: 180)

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

اور یہ تو جائز نہیں کہ ایک اسم کے لیے اسم ہی رکھا جائے۔

(مثلاً ''زید'' ایک نام ہے اور اسی نام ''زید'' کے لیے ہم زید نام رکھیں)۔

تو اس میں جہمیہ کے کفر کا بیان تھا۔

ہم نے ان سے کہا: آپ نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالی نے کلام نہیں کیا۔ تو پھر کس چیز کے ذریعے اللہ تعالی نے اس مخلوق کو پیدا کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ سے قرآن میں کوئی آیت موجود ہے کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو اپنے قول اور کلام سے پیدا کیا۔ جس وقت کہا:

﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾

(النحل: 40)

''ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔''

جہمیہ نے کہا: اس قول (إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ) (کا معنی صرف ''یکون'' (ہو جاتا ہے) ہے۔

ہم نے ان سے کہا: آپ نے یہ عبارت کیوں چھپائی (ان نقول لہ)؟!!

جہمیہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے۔

کہ قران میں ہر چیز کا ایک معنیٰ ہوتا ہے۔ اور ''قال اللہ'' (اللہ نے فرمایا) اسکی مثال عرب کے محاورے میں ملتا ہے۔ مثلا

قال الحائط ...... باغ نے کہا۔

قال النخلة...... کھجور نے کہا۔

پس گر گئی، جب کہ باغ اور کھجور گفتگو نہیں کرتے۔

ہم نے کہا آپ باغ اور کھجور پر اللہ تعالیٰ کو قیاس کرتے ہیں۔؟

جہمیہ نے کہا: ہاں

ہم نے کہا: پھر کس چیز کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا؟ جب کہ آپ کے مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا۔

جہمیہ نے کہا: اپنی قدرت سے۔

ہم نے کہا: کیا اس کی قدرت ایک چیز ہے؟

جہمیہ نے کہا: ہاں

ہم نے کہا: کیا اس کی قدرت اشیاء کی طرح مخلوق ہے؟

جہمیہ نے کہا: ہا۔

ہم نے کہا: گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو مخلوق کے ذریعے پیدا کیا؟ آپ نے قرآن میں ٹکراؤ پیدا کیا اور قرآن کی مخالفت کی، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ الله﴾ (الزمر : 42)

''ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے''

پس اللہ تعالی نے ہم کو خبر دی کہ اللہ تعالی کی ذات ہی پیدا کرتا ہے۔

اور فرمایا:

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ﴾ (فاطر : 3)

''کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے۔''

پس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات تخلیق نہیں کرتا۔ جب کہ آپ نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ کی غیر نے مخلوق کو پیدا کیا۔

پس اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس قول سے جو جہمیہ نے کہا۔

جہمیہ کا احادیث سے دعویٰ کہ قران مخلوق ہے:

جہمیہ نے کہا: حدیث میں آیا ہے ''قیامت کے دن قرآن ایک نوجوان کی صورت میں آئے گا تو اپنے صاحب کے پاس آکر کہے گا: کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟''

صاحب کہے گا: آپ کون؟ قرآن کہے گا: میں وہ قرآن ہوں جس نے آپ کے دن کو پیاسا کیا، اور آپ کی رات کو بے خواب کیا۔

(نبی ﷺ نے فرمایا:) اللہ تعالی کے پاس قرآن آئے گا: اے رب............

پس ان لوگوں نے ان احادیث سے استدلال کیا کہ قران مخلوق ہے۔

ہم نے ان سے کہا: قرآن اس طرح نہیں ائے گا (جس طرح آپ سمجھ رہے ہو)۔ بلکہ اسکا ثواب آئے گا، جیسا کسی نے (قل ھواللہ احد) تو اس کے لے اتنا اتنا اجر ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے جس کسی نے (قل ھواللہ احد) پڑھا تو اسکے پاس قرآن نہیں آتا مگر اسکا ثواب آتا ہے۔ کیونکہ ہم قرآن تلاوت کرتے ہیں تو قرآن نہیں آتا مگر اسکا ثواب اتا ہے۔ (یعنی قرآن پڑھنے سے اس کا ثواب ملتا ہے)، پس کہے گا: یا رب ....

کلام اللہ نہ آتا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال کو تبدیل ہوتا ہے۔

اور قرآن آنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسکا ثواب ہمیں آتا ہے یعنی ملتا ہے۔

(ھو الاول و آلاخر) کے متعلق جہمیہ کی تاویل:

جہمیہ نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کرنے سے اول ہے، پس ان لوگوں نے تصدیق کی اور جہمیہ نے کہا مخلوق کے بعد بھی اللہ تعالی ہوگا (جب مخلوق فنا ہوگی) پس آسمان، زمین،، جنت، جہنم، ثواب، سزا، عرش اور کرسی باقی نہیں رہیں گے اور یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہوگی کیونکہ کہ وہ آخر ہے پس اس عقیدے سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔

ہم نے کہا: ہمیں اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ جنت اور اسمیں جو ہے اسکے لیے فنا نہیں

،جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ﴾ (التوبة : 21)

''ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے۔''

اور کہا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ (النساء : 57)

''جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اور کہا:

﴿أُكُلُهَا دَائِمٌ﴾ (الرعد : 35)

''اس کا میوہ ہمیشگی والا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے (دائم) کہا یعنی نہ ختم ہونے والے۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾ (الحجر : 48)

''اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ (المو:من : 39)

''اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾

(العنكبوت : 64)

''البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، کاش! یہ جانتے ہوتے۔''

اور فرمایا:

﴿مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا﴾ (الكهف : 3)

''جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (آل عمران: 107)

''اور سفید چہرے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ﴾ (الواقعة: 32-33)

''اور بکثرت پھلوں میں، جو نہ ختم ہوں نہ روک لیے جائیں

اور اس کی مثالیں قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔

پھر اہل جہنم کا تذکرہ کر کے فرمایا:

﴿لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾ (فاطر: 36)

''نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔''

اور فرمایا:

﴿لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ﴾ (الاعراف: 49)

''کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نہ کرے گا۔''

اور فرمایا:

﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ﴾ (الزخرف: 77)

''اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے، وہ

کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ﴾

(ابراھیم : 21)

''اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے ہمارے لیے کوئی چھٹکارا نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ (البینة : 6)

''وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں''

اور فرمایا:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا﴾ (النساء : 56)

''جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا﴾ (السجدة : 20)

''جب کبھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ﴾ (الھمزة : 8)

''وہ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔''

اور اس کی مثالیں قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔ البتہ آسمان اور زمین فنا ہوجائیں گے ، کیونکہ اہل زمین جنت یا جہنم کو چلیں گیا ور جہاں تک عرش کی بات ہے تو وہ نہ پرانا ہوگا اور نہ کہیں جائے گا، کیونکہ عرش جنت کی چھت ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہے پس نہ فنا ہوگا اور نہ پرانا ہوگا۔

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القصص : 88)

''ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا چہرہ''

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ (الرحمٰن : 26)

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔''

ملائکہ نے کہا: اہل زمین والے ہلاک ہو گئے ،انھوں نے تو بقا کی امید کی لیکن اللہ تعالی نے آیت نازل کی آسمان اور زمین والوں کے بارے میں کہ سب کو موت ائے گی۔

اور کہا (کل شیء) یعنی ہر حیوان پر موت آئے گی ،مگر اللہ تعالیٰ کے چہرہ پر موت نہیں آئے گی کیوں کہ وہ زندہ ہے مرتا نہیں پس لوگوں نے موت پر یقین کیا۔

اور ہم نے جہمیہ سے کہا: جب انھوں نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ،تو ہم نے ان سے کہا: ہمیں اللہ کے اس قول کے متعلق بتاؤ:

﴿فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا﴾ (الاعراف : 143)

''جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔''

جب اللہ تعالیٰ پہاڑ میں تھے تو اس پر تجلی کیوں کی جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے؟!

اگر وہ اس میں ہوتا جیسا کہ آپ نے عقیدہ رکھا تو پھر جس چیز میں اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس پر تجلی نہیں کرتا اور پہاڑ نے ایسی چیز کو دیکھا جو اس سے پہلے نہیں دیکھی تھا۔

ہم نے جہمیہ سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نور ہے؟

جہمیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سارا نور ہے۔

ہم نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تو اس طرح فرمایا ہے:

﴿وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا﴾ (الزمر : 69)

''اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔''

پس یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی کہ اس کا نور بھی ہے۔

اور ہم نے ان سے کہا: جب آپ نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے اور وہ نور بھی ہے تو پھر تاریک مکان کو روشن کیوں نہیں کرتا جبکہ وہ نور اس کے اندر ہوتا ہے جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر مکان میں ہے۔

تو پھر تاریک مکان کو روشن کرنے کے لیے چراغ کی کیا حاجت ہے؟

پس اسی طرح اللہ پر ان کے جھوٹ کو لوگوں کے لیے واضح کیا گیا۔

پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے جنھوں نے عقل سے کام لیا اور کتاب وسنت کے مخالف قول سے رجوع کیا اور علماء کی بات پر بات کی جو کہ مہاجرین و انصار کا قول ہے اور شیطان، جہم اور اس کی جماعت کا دین چھوڑا۔ [1]

خادم العلم والعلماء

ابورمیثه ابراهیم بن بشیر الحسینوی

مدیر جامعہ امام احمد بن حنبل بائی پاس چوک، قصور

18.9.2017ء

[1] الحمدللہ ہم اس قیمتی کتاب کی تصحیح، نظر ثانی اور تعلیق سے فارغ ہوئے۔اللہ تعالی ہمارے اس عاجزانہ عمل کو قبول فرمائے اور کتاب کے مصنف، مترجم، ہمارے اساتذہ، والدین اور معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین